درس حدیث

محمد اظہر مدنی

سورہ ملک کی تلاوت کی فضیلت

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان سورة من القرآن ثلاثون آية شفعت لرجل حتى غفر له وهي سورة تبارک الذي بيده الملک. (سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی تیس آیتوں پر مشتمل ایک سورہ نے ایک آدمی کی بخشش کی سفارش کی تو اسے بخش دیا گیا۔ یہ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

یوں تو پورے قرآن کی ترتیب سے تلاوت کرنے سے ثواب ملتا ہے اور اس کی بڑی فضیلت اور قرآن کے ہر حرف پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی ایک حرف تلاوت کرنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کتنی برکت والا اور نیک عمل ہے، البتہ قرآن کی سورتوں کے بابت احادیث میں کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور کچھ سورتوں کا اہتمام کے ساتھ پڑھنے سے اللہ تعالی بہت سے سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور برکت عطا فرماتا ہے۔ سورہ ملک کے بارے میں ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی اس سورت کو سونے سے قبل تلاوت کرتے یعنی اس سورہ کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔

السنن الکبری للنسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من قرأ (تبارک الذي......) كل ليلة منع الله بها عذاب القبر، وكنا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نسميها المانعة وانها في كتاب الله سورة من قرأ بها في كل ليلة فقد أكثر وأطاب“. یعنی جو بھی شخص ہر رات قرآن کی اس سورہ (سورہ ملک) کو پڑھے گا تو اللہ تعالی اس سے عذاب کو دور کر دے گا۔ ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن کی اس سورہ کو روکنے والی (مانعہ) کہتے تھے۔ یہ سورہ قرآن کی ایک ایسی سورہ ہے جو بھی اس سورہ کو ہر رات میں تلاوت کرلے تو اس نے بہت زیادہ اچھا و نیک کام کیا۔ (علامہ البانی ؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

جس طرح سے احادیث میں مختلف سورتوں کی تلاوت کرنے پر فضیلت وارد ہوئی ہے اسی طرح سے قرآن کے احکامات پر عمل نہ کرنے اور دکھاوے کے لئے قرآن سیکھنے اور سکھانے پر وعید کی گئی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک طویل روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں... دوسرا ایسا شخص ہوگا جس نے دینی علم حاصل کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی سکھایا ہوگا اور اس نے قرآن مجید کو بھی پڑھا ہوگا، اس کو لایا جائے گا تو اس کو بھی نعمتوں کو یاد دلایا جائے گا، وہ شخص بھی نعمتوں کو پہچان لے گا، اللہ تعالی اس سے پوچھے گا: تو نے اس کے لیے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا: میں نے علم حاصل کیا، دوسروں کو سکھایا بھی اور تیرے قرآن مجید کو پڑھا۔ اللہ تعالی کہے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تم نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن مجید اس لیے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور دنیا میں تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا، پھر ایسے شخص (ریاکاری و دکھاوا کرنے والے) کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (حدیث نمبر: ۹۰۵)

آج سوشل میڈیا پر مصروفیت نے لوگوں کو تلاوت اور دیگر دینی اعمال سے غافل کر دیا ہے، لوگ سوشل میڈیا پر بلا وجہ یوں ہی وقت برباد کر رہے ہیں، لیکن قرآن کی تلاوت کے لئے وقت نہیں نکال پاتے، اسی طرح سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے یہاں دکھاوا پایا جاتا ہے، ان کو بھی قرآنی علوم سیکھنے اور سکھانے میں دکھاوے سے بچنا چاہئے اور اپنا وقت سوشل میڈیا پر برباد کرنے کے بجائے دعائے مسنونہ کے ساتھ روزانہ سوتے وقت سورہ ملک کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو تلاوت قرآن کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین۔ وصلى الله على النبي

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی | مولانا شہاب الدین مدنی | ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی | مولانا طہ سعید خالد مدنی | مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
فکری آزادی اوراس کے بعض حدود وضوابط	۷
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ماہر تعلیم	۱۰
علماء سے برتاؤ کے ضابطے (۲)	۱۴
مرد اور عورت کے مابین مساوات	۱۸
سوشل میڈیا اوراس کے الگورتھمز	۲۴
۳۵ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت احباب جماعت کے تاثرات	۲۶
مجموعہ مقالات (تبصرہ)	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۰
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

حالات وتغیرات اور ہمارا زاویہ فکر ونظر

یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم وعلیم ہے اور وہ اپنی حکمت اور قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ ”فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ“ ہے، وہ جیسے چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ کسی کو عذاب ہوتا ہے اور کوئی مصیبت میں پھنستا ہے، پریشانیوں کے بھنور میں پڑتا ہے اور بیماری یا موت وہلاکت کا شکار ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری نظر میں گنہگار اور پاپی ہو، مگر اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ اس مصیبت میں کیوں کر پڑا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی یا جو کے ساتھ گھن بھی پس گیا اور ظالم کے ساتھ مظلوم بھی فتنہ وعذاب کا شکار ہوگیا اور اس طرح جرجوار حاصل ہوگیا؟ کہ اللہ کا اٹل قانون ہے:

”وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً“ یعنی ایسے فتنے سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں پر مصیبت اور موت کا پرکاہ بن کر نہیں ٹوٹے گی بلکہ اس کے زد میں اور بھی کئی گھر آئیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ ہم جس گناہ کی پاداش میں ان کو مجرم قوم مان کر برا بھلا کہہ رہے ہیں، ان کی شماتت کا سامان فراہم کرر ہے ہیں اور ان مظلوم یا ظالم مصیبت زدگان پر جشن منا رہے ہیں، اس کے ذریعہ خود ہماری شماتت اعداء کا سامان تیار ہورہا ہے اور وہ مصیبت کے مارے لوگ کسی بڑے عذاب سے چھٹکارا پانے والے ہوں، یا اس سے بھی بڑے گناہ اور جرم سے ان کو روکنے کا سامان ہوگیا ہو؟ کیوں کہ کبھی کبھی سرکش قومیں اپنے عصیان وطغیان اور نسیان میں ایسی غرق ہوتی ہیں کہ ان کے لیے کوئی بریکر، رکاوٹ اور آڑ کواڑ ہوتی ہی نہیں، یا اسے خود وہ کم تر عذاب ومصیبت جسے ہم عظیم سمجھ رہے ہیں، سنبھلنے اور اسے قدرت کا تازیانہ عبرت سمجھ کر ظلم سے باز آنے بلکہ تائب ہونے کا موقع فراہم کردے۔ دیکھا گیا ہے کہ بڑے سے بڑے ظالم وجابر بادشاہ اور بڑی سی بڑی ظالم وغاشم قومیں جھٹکے لگنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد سنبھلنے اور سرخرو ہونے کا ہنر جان جاتی ہیں۔ پاسبان بھی کعبہ کو کبھی کبھی صنم خانوں سے مل جاتے ہیں۔ اسی لیے

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظالموں کی گالیوں کو سن کر دعائیں دیتے تھے اور ان کے قحط و مصیبت کے وقت میں ان کی دستگیری وخبر گیری کرتے تھے اور ان کو تنگی،عسرت اور سخت گھڑی سے نجات دلانے کے لیے دعا کے ساتھ دوائیں کیا کرتے تھے۔اپنے آقا ومولی کے حضور التجا فرماتے تھے کہ:

’’اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون‘‘

اور اسی غم میں گلے ،گھلے اور مرے جاتے تھے۔اللہ تعالی کے ارشاد ’’فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلَی آثَارِهِمۡ إِن لَّمۡ یُؤۡمِنُوا بِهَذَا الۡحَدِیۡثِ أَسَفاً ‘‘ (الکھف:۶)میں آپ کا حال واحوال اور قال ومقال صاف نظر آتا تھا۔

ایک بات اور بھی ہے کہ ’’من ضحک ضحک‘‘ ،دوسروں پر ہنسنے والا خود تضحیک ومکھول کا حصہ بن جاتا ہے۔اسی لیے کسی پر ہنسنا نہیں چاہئے ، بلکہ کسی کو اخلاقی وجسمانی اور روحانی مرض اور آفت ارضی وسماوی بلیات میں مبتلا دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈنی چاہئے۔کسی کی مصیبت کے وقت میں ایسا کچھ کہنا اور کرنا اور جشن طرب منانا نہیں چاہئے ،خصوصا ایسے وقت میں جب کسی کو کوئی آسمانی آفت اور زمینی مصیبت درپیش ہو۔ایسے وقت میں خوشی منانا غالبا اللہ تعالیٰ کو کچھ زیادہ ہی ناپسند لگتا ہے۔ہاں اس سے عبرت ونصیحت پکڑنا چاہیے اور ڈرنا چاہیے کہ خدانخواستہ یہ’’بما کسبت ایدی الناس‘‘ کے قبیل نہ سے ہو۔ہمیں کسی پر ظلم وزیادتی سے بچنا اور عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔رب کی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی ناشکریوں ، نادانیوں اور ناتوانیوں پر اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرنا چاہیے کہ مبادا ’’وَلَئِن کَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡد‘‘ کی روشنی میں کفران نعمت ہو رہا ہو۔آخر ہم دوسروں کے معاملات میں مداخلت کر کے، ان پر حکم لگا کر اور خود کو فراموش کر کے کیسی ناراضگی مول لے رہے ہیں اور کتنا بڑا پاک دامن بن رہے ہیں؟ حالانکہ تنبیہ شدید ہے کہ ’’لا تزکوا انفسکم‘‘ اپنے آپ کو اتنا پاک صاف اور بے داغ نہ سمجھو کہ ساری دنیا پر حکم لگاتے پھر و اور خود کو بھلا دو۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

خود فراموشی خدا فراموشی کی دلیل ہے۔’’ایاز قدرے خود را سناش‘‘ پر نظر رہنی چاہئے۔غرور نفس سب سے بڑا گھاتک مرض ہے۔جو لوگ اس کے پندار میں آتے ہیں اسے وہ مبتلائے مصیبت کر دیتا ہے۔ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مصیبت ، بیماری، آزمائش اور آفت میں پڑے شخص اور قوم کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی تھی، نہ کہ اس کے مرض کی تعلیل وتوجیہ اور ظن وتخمین بلکہ تحقیر وتنفیر کرنے کی۔اس دعائے ماثور پر غور کیجئے اور اس پر عمل کیجئے ،آپ روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے۔

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا ۔(ترمذی)

اللہ تعالیٰ کی وحی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آتی تھی اس کے ذریعہ آپ مصیبت زدہ اقوام کی خبر دیتے تھے،اس سے عبرت پکڑنے کی دعوت دیتے تھے ،ان کے برے اعمال کو اس عذاب سے زیادہ خراب وخطرناک مانتے اور منواتے تھے، بلکہ ان سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔آپ کو ادھر سے گذرنا بھی گوارا نہ تھا، اتنے خائف رہتے تھے کہ ان اماکن سے کبھی گذرنا پڑتا تو وہاں نہ رکنے کی تاکید کے ساتھ وہاں کھانا پینا بھی نہیں کرتے تھے۔تاریخی روایات کے ساتھ ساتھ ان اقوام کے عذاب زدہ ہونے کے آپ کے پاس پختہ ثبوت ہوتے تھے اور وحی سے زیادہ پختہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے، جس کے راوی ومبلغ جبرئیل امین ہوں اور جو امن وسلام اور صدق وحق کے مالک ومولی کی طرف سے ہو اور جسے آسمان کے امین اور صادق نے زمین کے صادق وامین تک پہنچایا ہو۔اس میں شک وریب کی کوئی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی، تب آپ ان کے عذاب کی توثیق کرتے تھے اور وہ بھی ان معذب اقوام کے عذاب سے عبرت پکڑنے کے لیے، ان کو ان کی سرکشی اور خود فراموشی وخدا فراموشی اور خطاؤں اور گناہوں سے بچانے کے لیے اور وہ جس طرح سے اپنے اعمال کا حساب نہ کر کے اقوام عالم اور غیروں کا حساب لیتی رہتی تھی اس روش سے باز رہنے کے لیے، نہ کہ مذاق اڑانے ک، ہنسی وٹھٹھول کرنے اور جشن طرب کے لیے۔ہاں کسی قوم کو اللہ تعالیٰ اس کے ظلم کی وجہ سے نیست ونابود کر کے نجات دے دے تو اس ظلم کے خاتمے اور نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

اس لیے موجودہ حالات میں جب کہ ہم خود ہی امراض روحانی کے بیحد

مریض ہو چکے ہیں، شخصی وسماجی طور پر انتہائی گراوٹ وانحطاط کے شکار ہو چکے ہیں، اخلاقِ مسلم سے کوسوں دور ہیں، ہمارے معاشرہ سے صدق وصفا ہم سے عنقاء ہوتا جارہا ہے، ہم آپسی چپقلش، تنازع اور جھگڑوں کی آماجگاہ بنتے جارہے ہیں، نفاق وشقاق لگتا ہے ہر دل اور ہر سطح پر سر چڑھ کر بول رہا ہے، بھائی بھائی کا دشمن ہو رہا ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہیں ہے، دھوکہ دھڑی، رشوت خوری، سود وقمار اور نشہ وشراب ہمارے معاشرے کی پہچان بنتا جارہا ہے۔ صفائی ستھرائی روٹھ گئی ہے، گھر، گلیاں، آنگن قدیم یہود سے زیادہ اگھوڑیوں کا اڈہ بنتا جارہا ہے، چوری چکاری، امانت میں خیانت اور لوگوں کے معاملات میں مداخلت حتی کہ مخالفت ومصادمت ہمارا شیوہ ہے، کرنے کے ہزار کام پڑے ہوئے ہیں، ان کی طرف توجہ نہ دے کر چھوٹے موٹے کسمپرسی کی حالت میں چل رہے اداروں کے کاموں میں خیر ونصح، ہمدردی اور **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے نام پر اسے سبوتاژ اور خراب کرنے کے ساخسانے کھڑے کرنا، رکاوٹ بننا اور اسے لڑنے جھگڑنے کا میدان بنانا ہمارا شیوہ ہے، نہ مدرسے محفوظ ہیں، نہ جامعات اور انجمنیں۔

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہم مسلمانوں کے یہاں رشتوں کی پامالی، خواتین کی میراث سے محرومی ، بڑوں کے ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت میں کوتاہی اور حقوق العباد، حقوق الوالدین، حقوق الجیران، مہمانوں کے حقوق، بڑوں اور بچوں کے ساتھ اسلامی وانسانی برتاؤ اور غیر مسلمین کے ساتھ حسن سلوک جیسے مسلمات واقدار اور تعلیمات کی بجا آوری آہستہ آہستہ مفقود ہوتی جارہی ہے۔ یہ مستثنیٰ امر ہے، ہم یہ کہہ کر گذر جارہے ہیں اور یا تو اپنے میں مگن ہیں یا واقعی مشغول کاروبار حیات ہو کر رہ گئے ہیں۔ اپنوں سے ملنے، ان کے حال احوال جاننے اور خیر خیریت معلوم کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ کچھ نے تو دنیا ہی اپنی ایسی بنالی ہے، مگر اکثر نے موبائل اور منورنجن اور تفریح کے دسیوں سامان خصوصا سوشل میڈیا میں مبتلا ہو کر سب کچھ فراموش کر دیا ہے۔ ماں نے گود اور بغل میں پڑے ہوئے شیر خوار بچے تک کو اس انہماک میں بھلا دیا ہے۔ ماں باپ کو یاد کرنے کے لیے اب وقت کہاں ہے۔ رشتوں، ناطوں کو تو چھوڑو، اب وہ قصہ پارینہ بنتے جارہے ہیں۔ ان تمام امراض روحانی وجسمانی اور علل اخلاقی وقانونی اور شرعی کے ہوتے ہوئے کیا ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ دوسروں کی مصیبت پر خوش ہوں اور ہنسیں؟ دراصل ہمیں دشمن کی یلغار اور اس کی مار اور للکار کا ڈر اور اندیشہ نہیں ہے، بلکہ ڈر اور اندیشہ اپنے گناہوں، خامیوں اور غفلتوں کا ہے اور جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے اور مسلم قوم جن ذلتوں، مصیبتوں اور رسوائیوں کی شکار ہو رہی ہے دراصل وہ ان کے گناہوں کی پاداش میں ان پر مسلط کر دی گئی ہیں۔ فلسطین کے مظلوم مسلمان کتنے طرح کے مظالم کے شکار ہیں، جن کو دیکھ اور سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پتھر دل انسان بھی دہل جاتا ہے، مگر ساری دنیا میں مسلمانوں کا دل نہیں پسیجتا، ہاں ایک دوسرے گناہ کا مرتکب مسلمان ہوتا جارہا ہے۔ عربوں کو گالی دینا، عربوں کو عالم اسلام کو کوسنا، بچے کھچے آپسی میل ملاپ اور اتفاق واتحاد کا کچھ منافقین کی ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ جانا، ان کے جذباتی نعروں اور اپنے وقتی مفاد اور اندرونی یلغار کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو نیچا دکھانا اور غلامی کے زندان میں گرفتار ہو کر اپنے ہی عرب بھائیوں سے آزادی کا اور خود کو پاور فل ہونے کا مظاہرہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ہونا تو چاہئے تھا کہ ہم مسلمان اپنے اندرونی فتنوں اور اختلافات کو بھلا کر اپنے بھائیوں پر ظلم کے خلاف پرامن متحدہ آواز اٹھاتے، جتنے ذرائع ان کی مدد کے ہو سکتے ہیں سب کو انتہائی پراثر اور پرامن انداز میں ان کے حق میں استعمال کرتے اور کم از کم جو بد زبانی اور بد دعا اپنے بھائیوں خصوصا عربوں کے خلاف روا رکھتے ہیں سب کو بالائے طاق رکھ کر نصح وخیر خواہی اور فریضہ سمجھ کر ان مظلومین کے لیے دعائیں کرتے اور دوسروں کے گھروں اور بچوں کے جلنے پر خوش ہونے اور جشن منانے کے بجائے اپنے گناہوں پر روتے اور ساری مادی وروحانی توانائیوں کو مظلوم بھائیوں کے لیے صرف کرتے۔ دوسروں کی بربادی میں ہماری خوشی مضمر نہیں ہے، ہاں اپنی بربادی بھی ہمیں گوارا نہیں ہونی چاہئے۔ یہی حال ''صبح'' شام (سیریا) کا ہے۔ اپنے ان مظلوم بھائیوں کی استقامت وقوت کے لیے دعا کریں، لمبی چوڑی سازشی دنیا کے نئے جال اور چال سے بچنے کی دعا کریں، فلسطین میں صلح کو صفائی واصلاح حال کا پیش خیمہ ہونے کی دعا کریں، حالات پر نظر رکھیں، بربادی اور اینٹ سے اینٹ بج جانے پر جشن کے کیا معنی؟ جس قوم

کے پچاسوں ہزار افراد مار دیئے گئے ہوں، کتنے مفقود ہوں اور ملبے میں دب کر مر چکے ہوں اور گور و کفن تو دور کی بات ہے ان کا کوئی پتہ نہ ہو، بچے یتیم ہوں، بیواؤں کی ڈھیر ہو، سر پر سایہ نہ ہو، نان شبینہ کے لیے ترس رہے ہوں اور اپنے ہی ملک میں رفیوجی اور خانہ بدوشوں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور ہوں، ان کے لیے جنگ بندی پر اتنا اتاؤلا ہونا کہاں کی دانشمندی ہے؟ کئی ناحیہ سے ''مرگ انبوہ جشن دارد'' ہونے کی حماقت تو نہیں ہے؟ جو ہم بے خیالی یا لاابالی پنے میں کر رہے ہیں۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو، ورنہ ہماری حالت اور جنگ بند کرنے والوں کی قوت و رعونت کو دیکھتے ہوئے اسے فتح و کامرانی کا نام دینا جو بھیک مانگنے پر ملنے جیسا ہے، کیوں کر موزوں ہوسکتا ہے؟ اس جشن سے بہتر ہے کہ ساری دنیا کے تماشائی اللہ سے دعا کرتے اور اس سے خیر کے طالب ہوتے اور اس اندیشہ کو اندیشہائے دراز نہ قرار دے کر کہتے کہ ہو نہ ہو:

نئے جال لائے پرانے شکاری

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اسرائیل جنگ بندی پر مجبور ہوا ہے؟ تحلیل و تجزیہ میں تو ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی جارہی ہے جس سے پتہ چلے کہ واقعی نیتن یاہو ہی ظالم ہے اور نسل کشی یا فلسطین پر قبضہ صرف اس کا خواب ہے؟ اس کی تاریخ سے جو واقف ہیں ان کے لیے قومی، مذہبی اور فکری و نظریاتی تمام بنیادوں کو یکسر نظر انداز کر کے ایک شخص کے تصرف کو ہی پورے فسانے کی بنیاد قرار دے کر خوش فہمیوں کے تاج محل تعمیر کرنا کہاں کی فکرمندی یا عقلمندی ہے؟ پھر یہ بھی کہنا کہ وہ مطلب براری نہ ہونے پر کسی بھی بہانے سے پھر جنگ چھیڑ سکتا ہے، اپنے ہی دلیل کا ابطال کرنا ہے اور بحث و مناظرہ کی زبان میں اپنے ہی مقدمات اور دلیل خود پر خصم بن کر منع وارد کرنا ہے۔

پھر اتنا جلد خوش کیوں ہو رہے ہیں کہ چونکہ نیتن یاہو سے اس کی عوام ناراض ہے؟ اس لیے وہ مجبور ہے کہ جنگ بندی کرے۔ کیا اس کے علاوہ جو آئے گا وہ دودھ کا دھلا ہو جائے گا صہیونیت زدہ نہ رہے گا، فلسطینیوں کا دوست و ہمدرد ہو جائے گا؟ اور اگر ہمدرد انسان بن بھی گیا تو قوم اسے چلنے دے گی جبکہ فلسطین کی شہ رگ پنجہ یہود میں ہے؟ ایک اور خوش فہمی بہت سے اصحاب قلم اور فکر و دانش پالے جارہے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات برکات کی طرف سے ظالم کو ظلم کی طغیانی کی سزا اور مظلوم کی فریاد کے حوالہ سے کچھ کہتے تو ہم بھی خوش ہوتے اور آمین کہتے۔ مگر یہاں بات ان بے ضمیر سازشی اقوام کی کی جارہی ہے جن کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

ہمارے فلسطینی مظلوم بھائیوں کے ساتھ جو کچھ ہوتا آیا ہے، افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے؟ ماضی میں مصطفیٰ کمال پاشا جو کچھ کیا؟ اس کی روشنی میں اور اس کے واسطے سے کہتے تو صاف صاف کہہ جاتے کہ

میں خوشی سے مرنہ جاتا اگر اعتبار ہوتا

تو پھر غور کرو کہ ان کا مخلص و معاون، ہمدرد اور ان کے درد کا حقیقی مداوا جو مشرق وسطی ہوسکتا تھا، مسلمانان عالم ہوسکتے تھے، جن کو ایمانی طور پر مقدسات سے نسبت و عقیدت تھی اور جنہوں نے ماضی کی دونوں جنگوں میں حقیقی کردار ادا کیا تھا، اپنی اہم ترین شخصیتوں کو گنوادیا تھا اور شاہ فیصل اور ان کے ہمنوا و جانشین آج بھی ان کے نقش قدم پر ہیں اور فلسطینی بھائیوں کی حقیقی عملی تائید کر رہے ہیں اور ان کو تقویت و تعاون پہنچا رہے ہیں۔ ان کو تو ہم موہوم اور مزور، غلط اور من گھڑت پروپیگنڈوں سے نوازتے ہیں اور انہی کو منافق اور اسرائیل نواز کہتے ہیں۔ لیکن وہ جن کی ظاہری و باطنی اسرائیل دوستی اور سفارتی تعلقات ڈھکے چھپے نہیں رہ گئے، ان کو ہیرو بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ امریکہ و اسرائیل کو للکارتے نہیں تھکتے۔ وہی للکار، وہی پھٹکار اور وہی وار جس سے دشمن کو اور زیادہ ظلم کرنے اور بدلہ لینے کے نام پر فلسطینیوں کا کام تمام کرنے کا جواز ملتا رہا اور جو اپنے ایک معزز مہمان کی حفاظت نہ کرسکے وہ بھلا غزہ کو مکمل طور پر تباہ و برباد کرانے کے علاوہ اسے ادنیٰ تحفظ کیا فراہم کرسکیں گے۔

آؤ! اب بھی توبہ کر کے بھائی بھائی بن جاؤ۔ کچھ نہ کچھ اپنے بھائیوں کے لیے کر جاؤ، آپسی اختلاف و نفاق سے بچ جاؤ۔ دل سے دعائیں کراؤ، مقدس سرزمین پر مظلوموں کو ان کے ایمان و اطمینان کی زندگی نصیب ہو اور خطے میں امن و امان بحال ہو اور اس کا زاور کام کو تعاون دو۔

☆☆☆

طارق اسعد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

فکری آزادی اور اس کے بعض حدود وضوابط

اللہ رب العالمین نے انسانوں کو جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے ان میں قوت فکر، عقل وخرد اور بصارت وبصیرت ایسی عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ انسان حق وباطل کے درمیان تفریق کرسکتا ہے، صحیح غلط کا پتہ لگا سکتا ہے، اپنے نفع ونقصان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً﴾ (بنی اسرائیل:۷۰)۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

چنانچہ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اللہ کی عطا کردہ اس عظیم نعمت کو شریعت کے بنائے ہوئے حدود میں رہ کر استعمال کرے، یقیناً اللہ نے زمین وآسمان کی وسعت میں غور کرنے کا حکم دیا ہے، پہاڑوں، جانوروں، ارض وسما کی تخلیق میں تدبر کی ہدایت دی ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِيْ الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۶۴) ترجمہ: آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کردینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لیے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

مگر بایں ہمہ حضرت انسان کو اس میدان فکر وتعقل میں بے لگام نہیں چھوڑا کہ وہ اپنی اشہب عقل کو سرپٹ دوڑائے اور ہر مجال ومیدان میں اسے سیر کرائے، اپنے من مانے نتائج اخذ کرے، بلکہ شریعت مطہرہ نے غور وفکر کے حدود متعین کیے ہیں، اور ایک دائرہ کھینچ کر مسلمانوں کو خبردار کردیا کہ اس دائرے سے باہر قدم نہیں نکالنا ہے: ”ألا وان لكل ملك حمى ألا إن حمى الله في أرضه محارمه“ (بخاری:۵۲)۔

کتاب وسنت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے عقل کو نقل پر مقدم کرنے سے منع کیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے شرعی احکام کو رد وقبول کرنے میں عقل کو معیار نہیں بنایا جائے گا، کوئی شرعی حکم اگر انسان کی عقل میں نہیں سما رہا ہے، اس کی حکمتوں اور علتوں کے نہاں خانے تک نہیں پہنچ رہا ہے، شرعی مصلحتوں اور تقاضوں تک رسائی نہیں پا رہا ہے تو بایں وجوہات وہ شرعی احکام کا انکار نہیں کرسکتا، ان کی مشروعیت کا منکر نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی عقل خواہ جس قدر بھی پختہ ہوجائے، اور انسان شعور وکمال کے اعلی مرتبے تک پہنچ جائے مگر اس کے لیے شریعت کے تمام احکامات کی حکمتوں کا ادراک ممکن نہیں ہے، نہ اس کے بس کی بات ہے کہ وہ اللہ کے تمام فرامین کی باریکیوں، علتوں اور رموز سے واقفیت حاصل کرسکے، درحقیقت یہ اللہ رب العزت ہی کی ذات ہے جو ان پوشیدہ علتوں اور مصلحتوں سے خوب خوب واقف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”اگر دین محض عقل ورائے پر مبنی ہوتا تو موزے کے اوپری حصے پر مسح کرنے کے بجائے نچلے حصے پر مسح کرنا زیادہ بہتر ہوتا“ (ابوداود:۱۶۲، صححہ الالبانی)۔

علمائے امت نے اس بات کی صراحت کی ہے ”کہ عقل صریح کبھی بھی نقل صحیح سے متعارض نہیں ہوسکتی“، بلکہ عقل تو نقل (شریعت) کی تائید کرے گی اور اس کی موافقت کرے گی کیوں کہ جس ذات نے عقل کو پیدا کیا اسی ذات نے اسے نقل (شریعت) سے بھی سرفراز کیا، بایں ہمہ یہ ناممکن ہے عقل ونقل میں تضاد ہو، اسی لیے ارباب دانش وبینش اپنی قوت بصیرت کو بے لگام نہیں چھوڑتے ہیں، اللہ کے حدود کو نہیں پھلانگتے ہیں، بلکہ وہ کتاب وسنت کو اولین منبع مانتے ہوئے اسے اپنی عقل پر مقدم کرتے ہیں اور نص صریح ہی کو ہر جگہ معیار وپیمانہ بناتے ہیں، اللہ پاک فرماتا ہے:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُوْلِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً﴾ (النساء:۵۹)

اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”کتاب وسنت کی دلالت عقل صریح کے موافق ہوتی ہے، اور عقل صریح کبھی بھی نقل صحیح (کتاب وسنت) کے مخالف نہیں ہوسکتی، مگر بہت سارے لوگ اس بارے

میں غلط فہمی کا شکار ہیں، جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے قول اور اس کی مراد کو جانتا ہے وہ دلائل شرعیہ کا واقف کار رہتا ہے، حقیقت میں انسانی عقل میں ایسی کوئی چیز نہیں جو کتاب وسنت کے مخالف ہو۔'' (مجموع الفتاوی: ج:۱۲،ص:۸۱)۔

نیز فرماتے ہیں: ''اگر شرع وعقل میں کہیں تضاد نظر آئے تو شریعت کو مقدم کرنا واجب ہے کیوں کہ شریعت نے جن چیزوں کی خبر دی ہے عقل ان کی تصدیق کرنے والی ہے، جب کہ اس کے برعکس عقل جو بھی بتاتی ہے شریعت ان تمام امور کی تصدیق نہیں کرنے والی ہے۔'' (درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ: ج:۱، ص:۱۳۸)۔

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کی ذات وصفات میں غور وخوض کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ ایسے امور ہیں جن سے انسانوں کا لینا دینا نہیں ہے، علماء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ کی ذات میں تفکر کرنا کفر ہے جب کہ اس کی نشانیوں میں غور وفکر کرنا عین ایمان ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تفكروا في خلق الله ولا تفكروا في الله" (الصحیحہ:۱۷۸۸)۔ اللہ رب العزت کی مخلوقات میں غور وفکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر وتحقیق نہ کرو۔

اس ممانعت کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جب انسان ذات باری تعالیٰ میں تدبر وتفکر شروع کرتا ہے اور صفات الٰہیہ میں غور وخوض کرنے لگتا ہے تو اکثر وبیشتر وہ راہ حق سے بھٹک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو نازیبا صفات سے متصف کرتا ہے، یا پھر اللہ پاک کی صفات حسنی کا انکار کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بھی باندھنے سے گریز نہیں کرتا، اس کی وجہ یہ ہے- جیسا کہ پیچھے بھی ذکر کیا گیا- کہ انسانی عقل وخرد جس قدر بھی پختگی کو پہنچ جائے اور اس کی قوت تفکیر جس قدر بھی کمال کو پہنچ جائے مگر وہ اللہ کی ذات کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا، اللہ کی ذات انسانی عقل سے ماوراء ہے، امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ تدبر وتفکر انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جنہیں انسان جانتا ہے اور جن امور کا اس کے پاس علم ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی احاطہ علم میں کبھی نہیں آسکتی۔'' (التنویر فی شرح الجامع الصغیر، ج:۵،ص:۸۱)۔

ایک اور اہم مسئلہ جس میں شریعت نے مسلمانوں کو غور وخوض کرنے سے منع کیا ہے وہ قضا وقدر کا معاملہ ہے، چنانچہ اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ انسان اس اہم مسئلے کو اپنے غور وخوض کا محور نہ بنائے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

''ایک دن نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے اور دیکھا کہ ہم لوگ قضاء وقدر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ آپ کا روئے مبارک سرخ ہو گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کی پیشانی پر انار نچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں اسی چیز کا مکلف کیا گیا ہے؟ کیا اسی کام کے لیے میں تمہارے درمیان بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک وبرباد ہوئے ان کا یہی جرم تھا کہ وہ اس معاملے میں بحث ومباحثہ کرتے تھے، میں تاکیدا کہتا ہوں کہ خبردار تم لوگ قدر کے متعلق بحث مت کرو۔'' (ترمذی:۲۱۳۳،صححہ الالبانی)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کا معاملہ ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ لوگ (مشرکین کی اولاد) قضا وقدر کے متعلق گفتگو نہ کرنے لگیں۔'' (صحیح الجامع:۲۰۰۳)۔

واضح رہے کہ ایک شخص جب مسئلہ تقدیر میں غور وخوض کرتا ہے اور اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہے تو آپ صاف طور پر دیکھیں گے کہ وہ ورطہ حیرت میں غلطاں رہے گا، تقدیر کے اسرار سے جب وہ پردہ نہیں اٹھا پاتا تو شیطان اسے تقدیر کے انکار پر آمادہ کر دیتا ہے، وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ تقدیر پر ایمان تو انسان کو مجبور محض بنا دیتا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقدیر پر ایمان اللہ رب العالمین کا راز ہے جسے نہ کوئی قریبی فرشتہ جان سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی ورسول اس کا ادراک کر سکتا ہے، اس مسئلے میں غور وخوض کرنا رسوائی کا سبب ہے، اس سے محرومی ہاتھ آتی ہے اور سرکشی کی راہ کھلتی ہے، پس اے مسلمان! اس اہم معاملے میں غور وخوض کرنے اور کسی بھی قسم کے وسوسے میں گرفتار ہونے سے بچو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے علم سے اپنی مخلوق کو بہرہ ور نہیں کیا اور اس کی چھان بین کرنے سے منع کیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ پس جس نے بھی یہ پوچھا کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے قرآن کے حکم کو نہیں مانا اور جس نے قرآن کے حکم کو نہیں مانا تو وہ کافر ہے۔'' (شرح عقیدہ طحاویہ از ابن ابی العز حنفی:۲۴۹)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس نے بھی تقدیر کے باب میں غلو کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔'' (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ:۱۶۹۹ از لالکائی)۔

حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے قضا وقدر میں غور وخوض سے منع اس لیے کیا ہے تاکہ ایک مسلمان کا عقیدہ محفوظ رہے، وہ باطل افکار کا نشانہ نہ بنے، نیز یہ کہ اس باب میں عقلی گھوڑے دوڑانے سے اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آنے والا اور اس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہونے والا، یہ ممانعت اپنے اندر بہت ساری حکمتوں اور مصلحتوں کو سموئے ہوئے ہے جسے اہل عقل دانش وبینش بخوبی سمجھتے ہیں۔

تدبر وتفکر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کی قوت غور وفکر شہوات اور اس کے ذاتی میلان کے تابع نہ ہو، حق کی معرفت اور اس تک پہنچنے کے لیے اپنی بصارت وبصیرت کو شخصی رجحان اور خواہشات نفسانی کا اسیر نہ بنائے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر انحراف کی راہ پر چل پڑتا ہے جس کے سبب وہ نصوص کی تاویل یا بسا اوقات تحریف کا ارتکاب کرتا ہے، ظاہر ہے کہ شریعت کی جو باتیں اس کی نظر اور نظریے سے

متصادم ہوں گی وہ انہیں تاویل کے پردے میں رد کرنے سے نہیں چوکے گا، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾ (الفرقان:۴۳)۔کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟۔﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾(ص:۲۶)اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔

سلیمان درانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے دل میں بہت سارے خیالات آتے ہیں اور بہت سارے تعجب خیز امور اپنی طرف کھینچتے ہیں، لیکن میں ان میں سے کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا ہوں، البتہ انہیں امور کی طرف توجہ صرف کرتا ہوں جن پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم ہو۔

یہی وہ بعض اہم اسباب تھے -جن کا سطور بالا میں ذکر ہوا- جن کی بنا پر بہت سارے فرقے اور جماعتیں راہ حق سے بھٹک گئیں اور ضلالت وگمراہی کے عمیق گڈھوں میں جا گریں، جن لوگوں یا جماعتوں نے بھی اپنی عقلوں کو بے لگام چھوڑ دیا اور شتر بے مہار کی طرح ہر میدان میں گھمایا، یا پھر اپنی عقل کو نقل پر مقدم کیا، یا صفات باری تعالیٰ میں غور وخوض کیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کرنے کا عزم کیا، یا پھر قضا وقدر کے راز ہائے سربستہ سے پردہ اٹھانا چاہا اور اپنے ذاتی رجحان اور ہوائے نفس کے مطابق عقل کا استعمال کیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے گمراہوں کا ایسا گروہ چھوڑا جس کے اثرات آج تک امت مسلمہ پر مسلط ہیں، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجیہ، جبریہ، کلابیہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، بہائیہ وغیرہ وغیرہ ایسے فرقے تھے جنہوں نے عقل وشعور کو اس کے حدود میں رہ کر استعمال نہیں کیا، اس باب میں قرآنی تعلیمات وہدایات کو فراموش کر دیا اور اپنی عقول کو شرعی احکام کے ردوقبول کے لیے معیار بنایا۔خود برصغیر کی تاریخ میں ایسے بہت سارے عقلانی مکاتب فکر وجود میں آئے جو اس راہ پر چلے اور نتیجہ میں خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے آزاد فکر بلکہ آوارہ فکر کے حاملین کی ایسی کھیپ چھوڑی جس نے مسلمانوں کو فکری اعتبار سے بہت نقصان پہنچایا۔اسی فکری بے راہ روی کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں انکار حدیث، استخفاف حدیث اور تاویلات نصوص وغیرہ کی خوب خوب ترویج ہوئی اور لٹریچر کے نام پر غیر اسلامی افکار کی ترویج اور نشوونما ہوئی۔اس گفتگو کو ہم امام اوزاعی رحمہ اللہ کے درج ذیل قول پر ختم کرتے ہیں:

’’سلف کے آثار کو لازم پکڑو اگر چہ لوگ تمہیں دھتکار دیں، عوام الناس کی آراء سے بچو خواہ وہ کتنی بھی ملمع سازی کے ساتھ اپنی آراء پیش کریں، اگر تم صراط مستقیم پر رہو گے تو حقیقت از خود آشکارہ ہو جائے گی۔‘‘ (شرف اصحاب الحدیث از خطیب بغدادی:۷)۔ ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کر لیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ماہر تعلیم

مولانا آصف تنویر تیمی

اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی واخروی ہر معاملے میں بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنایا ہے۔عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور سماجیات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتربیت کے میدان میں بھی ہمارے لئے کامل اسوہ ہیں۔ بلکہ اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت معلم انسانیت کی حیثیت سے ہوئی ہے۔آپ سے بڑا کوئی ماہر تعلیم نہیں ہوسکتا۔اس کی دلیل آپ کے وہ سنہرے اور ذریں اقوال وافعال ہیں جو احادیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔آپ کی تعلیم وتربیت کی زندہ وجاوید مثال وہ انسانی گروہ ہے جس کی تعلیم وتربیت آپ نے کی۔انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد اس گروہ سے بہتر گروہ اس روئے زمین پر پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔دور حاضر میں ماہر تعلیم کی حیثیت سے ہم بہت سارے لوگوں کو پڑھتے اور ان کے طریقہ تعلیم کو سمجھنے اور برتنے کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس حوالے سے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔ماہر تعلیم کے لحاظ سے انگریز مصنفین کی بڑی مثالیں دی جاتی ہیں مگر معلم انسانیت کی مثالیں ہماری تحریروں اور تقریروں میں نہیں آتیں۔غیر تو غیر، مسلمانان بھی اپنے قائد ورہبر کے عمدہ افکار وخیالات سے فیض نہیں اٹھاتے۔ مدارس وجامعات کے ذمہ داران کو چاہئے کہ تعلیمی وتربیتی اصلاح کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ایک ماہر تعلیم کے طور پر دیکھیں اور ان نمونوں کو اساتذہ اور طلبہ کے سامنے گاہے بہ گاہے پیش کریں۔

اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے زندگی کے تمام شعبے میں آئیڈیل قرار دیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہے''۔(الأحزاب: 21) معروف مفسر امام ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں کہتے ہیں''یہ آیت کریمہ اقوال وافعال اور احوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے متعلق بنیاد ہے''۔(تفسیر ابن کثیر 3\522)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں معلم انسانیت کی حیثیت سے مبعوث کئے گئے۔قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو ذکر کیا گیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:''اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے او رانہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے''۔(البقرہ:129)

قرآن کریم کی دیگر آیتوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:''جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے''۔(البقرہ: 151)

اللہ تعالی نے فرمایا:''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔(آل عمران: 164)

اللہ تعالی نے فرمایا:''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے''۔(الجمعہ: 2)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:''بے شک اللہ تعالی نے مجھے زجر وتوبیخ کرنے والا بنا کر نہیں بلکہ مجھے معلم اور سہل بنا کر بھیجا ہے''۔(مسند احمد 22\392)

ایک ماہر معلم اور مدرس کی حیثیت سے جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو تعلیم وتربیت کے ایک سے بڑھ کر ایک عقدے کھلیں گے۔ ہر قدم پر آپ کو رہنمائی ملے گی۔ذیل میں چند اہم نقطے کے تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے، دلیلوں اور مثالوں کے مشتاق حضرات احادیث کا مراجعہ کر سکتے ہیں:

(1) تمام مناسب اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم دیا کرتے تھے: احادیث میں عشاء بعد، آدھی رات، سوکر جگنے کے بعد، رات کے آخری حصہ میں آپ کا صحابہ کو تعلیم دینا ثابت ہے۔

(2) تمام مناسب جگہوں پر آپ صحابہ کو تعلیم دیتے تھے: مسجد میں، عورتوں کے لئے ان میں سے کسی ایک کے گھر میں، منی میں، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو تعلیم دینا احادیث میں درج ہے۔

(3) سماج کے مختلف طبقات کی تعلیم کا آپ خیال رکھا کرتے تھے: اہل وعیال، چچا، چچازاد بہن، دوست واحباب، بچوں، اور عورتوں کو آپ تعلیم دیا کرتے تھے۔

(4) مختلف مناسبات میں تعلیم: چودھویں کے چاند سے آپ نے اللہ کی رؤیت

پرشاندار استدلال کیا، آپ نے صحابہ کو بتلایا کہ جس طرح بدر کامل کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اسی طرح آخرت میں اللہ تعالی کو دیکھنے میں کوئی مشقت نہیں پیش آئے گی۔

(5) طالب علم کا استقبال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان المرادی، وفد ابو القیس، بنی عامر کے لوگوں کا استقبال کیا۔

(6) مخاطبین کو اپنے سے قریب کرنا۔ (اس حوالے سے سمرہ بن جندب، اور اوس بن اوس کی روایت سنن ابوداود اور جامع ترمذی میں مذکور ہے)۔

(7) مخاطبین کی طرف متوجہ ہونا اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا۔

(8) گفتگو شروع کرنے سے قبل سامعین کو خاموش کرانا۔

(9) سامعین کو ان کے نام، کنیت اور لقب سے حسب ضرورت ایک، دو اور تین مرتبہ بلانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن سمرہ، ابوذر، عائشہ، عباس، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کو کئی بار پکارا۔

(10) شاگرد کے جسم کے بعض اعضاء کو چھونا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی کو اپنے دونوں ہتھیلیوں میں لیا، ابوہریرہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کندھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شانے اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کو محبت اور پیار سے چھوا۔

(11) تنبیہ ومحبت سے طالب علم کو مارنا: عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے سینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مارا۔ قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے پاؤں سے کچوکا لگایا۔

(12) گفتگو کا واضح اور پرسکون ہونا۔

(13) حسب ضرورت باتوں کا دہرانا، اشارے، خطوط، مثالوں، اور عملی طریقہ استعمال کرنا: جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چار، کبھی دو، کبھی اپنے ہاتھ کو اپنے سر کے آخری حصہ پر رکھ کر اور کبھی انگلیوں کو آپس میں ملا کر اپنے شاگردوں کو سمجھایا۔ اچھے اور برے دوستوں کی مثال عطر فروش اور بھٹی دھوکنے والے سے دی۔ وضو، غسل، تیمّم، نماز کے اوقات، اور کبھی ممبر پر نماز پڑھ کر صحابہ کرام کو دکھلایا تاکہ یہ مسائل ٹھیک ٹھیک انہیں سمجھ میں آجائیں۔

(14) باتوں کے سمجھانے کے لئے سوال کا طریقہ اختیار کرنا: جیسا کہ ایک موقع سے آپ نے صحابہ سے پوچھا: کیا اس شخص کے بدن میں میل کچیل رہے گا جو روزانہ پانچ بار تالاب میں غسل کرے؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے کہا: یہی مثال نماز شخص کی ہے جو پانچوں وقتوں کی نمازوں کو پڑھتا ہے، اس کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

(15) متعلمین سے سوال کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کا یہ طریقہ بھی تھا کہ متعلمین سے سوال کیا کرتے تھے۔ پھر وہ جواب نہیں دے پاتے تو خود اس کا جواب دیتے تھے۔ جیسا کہ ایک بار آپ نے درخت کے بارے میں پوچھا جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جب صحابہ سے صحیح جواب نہ بن سکا تو آپ نے خود بتلایا کہ یہ کھجور کا پیڑ ہے۔ اسی طرح آپ نے حقیقی مفلس کے بارے میں استفسار کیا۔ اور جواب دیتے ہوئے کا کہا کہ اصل میں مفلس وہ ہے جو آخرت میں نیکیوں کے ساتھ حاضر ہوگا مگر اس کی ساری نیکیاں اس کے گناہوں کے بدلے میں مظلوموں کو دے دی جائیں گی۔

(16) فحش اور بے پردہ الفاظ واصطلاحات سے اجتناب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باحیا انسان تھے۔ بلکہ ایک کنواری لڑکی سے کہیں زیادہ آپ کے اندر پائی جاتی تھی۔ اساتذہ ومعلمات کو بھی باحیا ہونا چاہئے۔ دوران تعلیم اگر کوئی ایسی اصطلاح یا لفظ آجائے جس کا زبان سے ادا کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں اشارہ اور کنایہ کا اسلوب اختیار کرنا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا ایسا کیا ہے۔ بخاری میں مذکورہ جریج کے قصہ میں آپ نے فاحشہ یا زانیہ کا لفظ استعمال نہ کر کے دوسرے مناسب لفظ سے اس کی تعبیر کی ہے۔ غسل جنابت کا طریقہ بتلاتے ہوئے مہذب اور شائستہ الفاظ کا انتخاب فرمایا۔

(17) تعلیم وتربیت کے باب میں معلم کا متعلمین کے تئیں نرم خو ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ معلم سختی نہیں اختیار کرتا۔ یا تعلیم کے میدان میں سختی اور سرزنش معیوب ہے، اگر موقع سختی کا ہو تو ضرور اس کو اپنانا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی مقامات پر تعلیم کے تئیں سخت رویہ اختیار کرنا ثابت ہے۔ لیکن اصل چیز نرمی اور شفقت ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاگردوں کے لئے بڑے مہربان اور شفیق تھے۔ اس کی بہت ساری مثالیں احادیث کے اندر موجود ہیں بطور نمونہ آگے چند مثالیں درج کی جارہی ہیں:

(1) نرمی کے ساتھ بچے کو کھانے کا آداب بتلانا: وہب بن کیسان نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن می چاروں طرف گھوما کرتا۔ اس لئے آپ نے مجھ سے فرمایا، بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کر، داہنے ہاتھ سے کھایا کر اور برتن میں وہاں سے کھایا کر جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5376)

اس معنی کی دیگر روایتوں کو سامنے رکھ کر خالص تعلیمی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے اس یتیم بچے کے ساتھ غایت درجہ نرمی اور شفقت کا مظاہرہ کیا۔ عام طور پر معلمین اور ذمہ داران ایسے بچے کو نظر انداز کر جاتے ہیں لیکن معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری محبت اور احترام سے اپنے سے نزدیک کیا، اے میرے بیٹے کہہ کر کا پکارا، آپ کے اس انداز تعلیم کا گہرا اثر اس بچے پر پڑا۔ خود عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ "اس کے بعد سے ہمیشہ میرے کھانے کا یہی نبوی طریقہ رہا"۔

(2) دوران نماز بات چیت کرنے والے کو تعلیم دیتے وقت نرمی: معاویہ بن ابی حکم سلمی سے مروی ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ

لوگوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ''یرحمک اللہ'' اللہ تجھ پر رحم کرے۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کردیا۔ میں نے (دل میں) کہا: میری ماں مجھے گم پائے تم سب کو کیا ہوگیا ہے؟ کہ مجھے گھور رہے ہو پھر وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرارہے ہیں (تو مجھے عجیب لگا) لیکن میں خاموش رہا، جب رسول اللہ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ قربان! میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی معلم (سکھانے والا) نہیں دیکھا! اللہ کی قسم! نہ تو آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور مجھے برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ نماز ہے اس میں کسی قسم کی گفتگو روا نہیں ہے، یہ تو بس تسبیح وتکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر:1199)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیق لگاتے ہیں: ''اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی عظمت اور جاہل کے ساتھ آپ کی نرمی کا تذکرہ ہے۔ ہمیں بھی جاہلوں کے ساتھ ویسا ہی نرمی، اس کے حسن تعلیم، اور مہربانی کا معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ اللہ کے نبی نے کیا''۔ (شرح النووی صحیح مسلم:5\20)

(3) مسجد میں پیشاب کرنے والے شخص کو تعلیم: اسحاق بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ مجھ سے انس بن مالکؓ نے بیان کیا، وہ اسحاق کے چچا تھے، کہا: ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران میں ایک بدوی آیا اور اس نے کھڑے ہوکر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے کہا: کیا کررہے ہو؟ کیا کررہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے (درمیان میں) مت روکو، اسے چھوڑ دو''۔ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کرلیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا: ''یہ مساجد اس طرح پیشاب یا کسی اور گندگی کے لئے نہیں ہیں، یہ تو بس اللہ تعالی کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں''۔ پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک کو حکم دیا، وہ پانی کا ڈول لایا اور اسے اس پر بہادیا۔ (صحیح مسلم: کتاب الطہارہ، حدیث نمبر:661)

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح، کتاب الأدب میں کئی جگہوں پر نقل کرکے الگ الگ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ ایک جگہ تمام معاملات میں آسانی اور نرمی اختیار کرنے پر استدلال کیا ہے۔ دوسری جگہ لوگوں کے ساتھ آسانی برتنے اور سختی سے اجتناب کرنے پر استدلال کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے علموں کے ساتھ نرمی، اگر وہ معاند نہ ہو تو بلا سختی اس کی ضروری تعلیم دینا چاہئے۔ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرمی اور آپ کے حسن اخلاق کا پتہ چلتا ہے''۔ (فتح الباری:1\325)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ تعلیم کا کتنا گہرا اثر اس بدوی صحابی پر پڑا اس کو خود اس بدوی صحابی نے بیان کیا ہے، جو سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''بدوی نے شعور پختہ ہونے کے بعد کہا: میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، کوئی سرزنش نہیں کی، برا بھلا نہیں کہا، بس اتنا کہا: ''مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا، اس کو اللہ کی یاد اور نماز کے لئے بنایا گیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:551)

(4) مفلس اور نادار طلبہ کا خیال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ ''صفہ'' کے مشہور شاگردوں میں سے سیدنا ابو ہریرہ نہایت مفلوک اور نادار طالب علم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے خاص لگاؤ تھا۔ دور طالب علمی میں اپنے بھوک اور پیاس کا واقعہ خود سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واقعہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں (زمانہ نبوی میں) بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور کبھی میں بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے پر بیٹھ گیا جس سے صحابہ نکلتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے اور میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، میرے پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں مگر وہ چلے گئے اور کچھ نہیں کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی اور پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں مگر وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ نے جب مجھے دیکھا تو آپ مسکرا دیئے اور آپ میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو آپ نے تاڑ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا ابا ہر! میں نے عرض کیا لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا میرے ساتھ آجاؤ اور آپ چلنے لگے۔ میں آنحضرت کے پیچھے چل دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اجازت چاہی اور مجھے اجازت ملی۔ جب آپ داخل ہوئے تو ایک پیالے دودھ ملا۔ دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ کہا فلانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ میں بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابا ہر! میں نے عرض کیا لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس لاؤ۔ کہا کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان ہیں، وہ نہ کسی کے گھر پناہ ڈھونڈتے، نہ کسی کے مال میں اور نہ کسی کے پاس! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ آتا تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہیں رکھتے۔ البتہ جب آپ کے پاس تحفہ آتا تو انہیں بلا بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ کھاتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری اور میں نے سوچا کہ یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ سارے صفہ والے میں تقسیم ہو، اس کا حق دار میں تھا کہ

اسے پی کر کچھ قوت حاصل کرتا۔ جب صفہ والے آئیں گے تو آنحضرت صی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمائیں گے اور میں انہیں اسے دے دوں گا۔ مجھے تو شاید اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی حکم برداری کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچائی، وہ آ گئے اور اجازت چاہی۔ انہیں اجازت مل گئی پھر وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہو سلم نے فرمایا: اباہر! میں نے عرض کیا لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا لو اور اسے ان سب حاضرین کو دے دو۔ بیان کیا کہ پھر میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک ایک کو دینے لگا۔ ایک شخص دودھ پی کر وہ بھی سیراب ہو کر پیتا پھر پیالہ مجھ کو واپس کر دیتا اور اسی طرح تیسرا پی کر پھر مجھے پیالہ واپس کر دیتا۔ اسی طرح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا، اباہر! میں نے عرض کیا، لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا، اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر فرماتے رہے کہ اور پیو، آخر مجھے کہنا پڑا، نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا خود پی گئے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ، وتخلیھم من الدنیا، حدیث نمبر:6452)

بقول حافظ ابن حجر اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی، اپنے نادار شاگردوں کو اپنے نفس، اپنے اہل وعیال اور اپنے نوکروں پر فوقیت دینے کی مثال ملتی ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس حدیث میں بہت سارے انمول فوائد مضمر ہیں، جیسے: (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے شاگردوں سے مسکرا کر ملاقات کرنا، اور اس انداز ملاقات کا شاگردوں پر کیا گہرا اثر ہوتا ہے خصوصا غریب اور نادار طالبعلموں پر اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے (2) شاگردوں کا خیال رکھنا، ان کا حال واحوال جاننے کی کوشش کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ ان کی کیا ضرورت ہے، پھر اپنے ساتھ کر لیا (3) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو چار مرتبہ ان کی کنیت سے پکارا، انسیت اور محبت کے لحاظ سے شاگرد کو ان کے نام اور کنیت سے بلانا کتنا اہم ہے ماہرین تعلیم اس سے واقف ہیں (4) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق بھی نمایاں ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے غریب شاگردوں کا بچا ہوا دودھ پیا۔ (5) شاگردوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا بھی استاذ اور شاگرد کے تعلق کو بہتر بناتا ہے۔

(5) ہونہار شاگردوں کی عزت افزائی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاگردوں کی صلاحیت اور لیاقت کا اندازہ لگایا کرتے تھے، اور ان کی صلاحیت کے مطابق ان کی تکریم کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے صحابی رسول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کتاب اللہ کی کونسی آیت، جو تمہارے پاس ہے، سب سے عظیم ہے؟'' کہا: میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے (دوبارہ) فرمایا: ''اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب کی کونسی آیت جو تمہارے پاس ہے، سب سے عظمت والی ہے؟'' کہا: میں نے عرض کیا'' **اللہ لا الہ الا ھو الحیی القیوم**'' تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ کی قسم! ابومنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو''۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن وما یتعلق بہ، باب فضل سورۃ الکھف، وآیۃ الکرسی، حدیث نمبر:1885)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ہونہار اور افاضل شاگردوں کی تکریم، انہیں ان کی کنیت سے موسوم اور مصلحت کے پیش نظر کسی کی اس کے سامنے تعریف کے جواز کا پتہ چلتا ہے''۔ (شرح النووی 6\93)

(6) غیر حاضر طلبہ کی تلاش: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اصحاب وشاگردوں کو تلاش بھی کیا کرتے تھے جو کسی وجہ سے مجلس اور درس میں نظر نہیں آتے۔ اس حوالے سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیث میں درج ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں: ''میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ اس وقت میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں آہستہ سے اپنے گھر آیا اور غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ابھی بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوہریرہ! کہاں چلے گئے تھے، میں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن تو نجس نہیں ہوتا''۔ (صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق وغیرہ، حدیث نمبر:285)

تعلیمی نقطہ نظر سے اگر اس حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا تکلف اپنے شاگرد عزیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو تھاما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاگرد کو بلانے کا نہایت عمدہ اور مؤثر طریقہ اختیار کیا، کنیت کے ذریعہ ابو ہریرہ کو مخاطب کیا۔ شاگرد کے تعلق سے استاذ کی شفقت ومحبت بھی اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ سب سے اہم نقطہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ہونہار طالب علم کو اپنے ارد گرد نہیں پایا تو ان کے آنے کے بعد غیر حاضر ہونے کا سبب دریافت کیا، اور نہایت اہم تعلیم بھی دی۔

اللہ تعالی ہم سب کو تعلیم وتربیت کے باب میں معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

تحریر: شیخ ابراہیم بن عبداللہ المزروعی

ترجمہ: عبدالمنان شکراوی

علماء سے برتاؤ کے ضابطے (۲)

۱۔علماء سے وفاداری اور محبت: لوگوں میں سب سے زیادہ وفاداری اوراللہ کی خاطر محبت کے حقدار انبیاء کے بعد علماء ہیں۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے بعد مؤمنوں خصوصا علماء جوکہ انبیاء کے وارث ہیں،مسلمانوں پران سے وفاداری ضروری ولازمی ہے۔(رفع الملام) شیخ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی شخص کومنتخب کرلیا، چاہے وہ کوئی بھی ہو پھراسی کی مرضی کے مطابق قول وفعل میں اس کی وفاداری یادشمنی کی تو ایسے شخص کا شماران لوگوں میں ہوگا جنہوں نے دین میں تفریق پیدا کی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ)

۲۔علماء کا احترام اوران کی عزت: حدیث شریف میں ہے ،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پررحم نہ کرے، بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(ترمذی) امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چارقسم کے لوگوں کی عزت وتوقیرسنت ہے۔عالم،عمررسیدہ شخص،بادشاہ اوروالد۔(شرح السنۃ للبغوی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھیے کتنے جلیل القدرصحابی ہیں اس کے باوجودوہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب تھامتے اورفرماتے: ہمیں یہی حکم ملا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایساہی سلوک کریں۔(حاکم)

جب امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے تو ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اورفرمایا: اے استاذ الاساتذہ،محدثین کے سردار اورحدیث کی خامیوں کے طبیب! مجھے اپنے پیروں کا بھی بوسہ دینے دیجیے۔(البدایۃ والنھایۃ)

۳۔علماء سے علم لینا اوران کے پاس چل کر جانا: عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ ایک عالم تھے جب وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے شخص سے ملتے تو اسے غنیمت جانتے اوراس سے علم سیکھتے۔اور جب کمترعلم والے شخص سے ملتے تو اسے علم سکھاتے اورخاکساری کا اظہارکرتے۔اسی طرح اگرکسی ایسے شخص سے ملتے جوعلم میں ان کا ہم پلہ ہوتاتو اس سے علمی گفتگو کرتے۔(المحدث الفاصل)

ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علماء کے ساتھ چلنا، داخل ہونا اورنکلنا یہ بھی آدمی کی سمجھداری ہے۔(ابن عبدالبرفی الجامع)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ اللہ کی کتاب کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی ہے اوراونٹ پر سوار ہوکر میں اس تک پہنچ سکتا ہوں تو میں ضرورسوار ہوکراس تک جاؤں گا۔(متفق علیہ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ فلاں مسجد میں فقہ کا حلقہ لگتا ہے تو پوچھا ان کا کوئی سربراہ ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں۔تو فرمایا: وہ کبھی بھی فقیہ نہیں بن سکتے۔(ابن عبدالبر)

۴۔علماء کے مقام ومرتبے کی رعایت: علم کے مراتب ہیں ،اسی طرح علماء کے بھی درجات ہیں۔لہٰذا طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ علماء کے مراتب ودرجات کی رعایت کرے۔امام ابن عقیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کمسن جاہلوں سے کتنی عجیب بات سنی ہے، وہ کہتے ہیں: احمد فقیہ نہیں، بلکہ محدث ہے۔پھرآپ نے فرمایا: یہ انتہائی جہالت کی بات ہے کیونکہ ان کے مبنی براحادیث اختیارات ہیں جسے اکثرلوگ نہیں جانتے۔بسااوقات بڑے بڑے ان سے ناواقف ہوتے ہیں۔(الذھبی فی السیر)

اس پررائے زنی کرتے ہوئے امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ان کا گمان ہے کہ وہ صرف محدث تھے۔اللہ کی قسم وہ فقاہت میں لیث، مالک اورشافعی رحمہم اللہ کے رتبے کو پہنچے ہوئے تھے۔لیکن نادان کو جب اپنی حیثیت کی خبرنہیں تو وہ اپنے غیرکے مرتبے سے کیسے واقف ہوگا۔(الذھبی فی السیر)

اسی طرح کسی عالم کے تخصص کی رعایت کرنا بھی علماء کے مرتبے کے اندرشامل ہے۔کیونکہ جب کسی عالم کوکسی خاص فن پرعبورحاصل ہوگا تو دوسروں کے مقابلے اس کی بات کا اعتبارزیادہ ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے فرمایا: آپ مجھ سے زیادہ حدیث کا علم رکھتے ہیں۔جب آپ کے نزدیک حدیث صحیح کے درجے کو پہنچی ہوتو ہمیں بھی بتائیں تاکہ ہم بھی اسے لے لیں۔(اعلام الموقعین)

عمرکا اعتبارکرنا بھی علماء کے مرتبے کی رعایت میں شامل ہے۔کیونکہ عمرزیادہ ہوگی توعلم اورتجربہ بھی زیادہ ہوگا۔اگرکسی عالم کواس کے ہمعصر یاعلاقے والے لوگ مانتے ہیں، اس سے فتویٰ لیتے ہیں اوروہ مرجع خلائق بن گیا ہے تو ایسے عالم امام کے مرتبے کی رعایت بھی علماء کے مرتبے کی رعایت میں شامل ہے۔

بڑے علماء کے رائے سے چھوٹے علماء کی رائے ٹکراتی ہے تو چھوٹوں کی بات کو لینا علماء کے مرتبے کی رعایت سے متصادم نہیں ہے۔اسی طرح اگر چھوٹے علماء کے حقوق کی حفاظت زیادہ کی جاتی ہے اور بڑوں کے حقوق کی حفاظت کم کی جاتی ہے تو یہ بھی علماء کے مرتبے کی رعایت کے خلاف نہیں ہے۔

۵۔علماء پر تنقید سے احتراز: کیونکہ علماء کے سلسلے میں ردوقدح کرنا بدعتی اور گمراہ لوگوں کا شیوہ ہے۔کیونکہ یہ دین میں اوراس دعوت میں ردوقدح ہے جس کے وہ حامل ہیں۔اور امت کے اسلاف اوران کے بعد آنے والے اچھے لوگوں کے بارے میں نقد کرنے والوں کی منشاء کے مطابق ہے۔امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کوصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں زبان درازی کرتے ہوئے دیکھو توسمجھ جاؤ وہ بے دین ہے۔(ابن حجر فی الاصابہ)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ حماد بن سلمہؒ کے بارے میں طعن وتشنیع کرتا ہے تو جان لو کہ اس کے اسلام میں کمی ہے۔کیونکہ وہ بدعتیوں کے سلسلے سخت موقف اختیار کرتے تھے۔(الذھبی فی السیر)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تین قسم کے لوگوں کوذلیل نہ کرے۔علماء،بادشاہ اور بھائی۔کیونکہ علماء کی تخفیف کرے گا تو آخرت برباد ہوگی،بادشاہ کی تخفیف کرے گا تو دنیا برباد ہوگی اور بھائیوں کی تخفیف کرے گا تو اس کی مروّت چلی جائے گی۔(الذھبی فی السیر)

لہٰذا علماء کا مذاق اڑانے اوران کے سلسلے میں طعن وتشنیع کرنے سے بچو۔کیونکہ ان کی غیبت دوسروں کی غیبت سے بڑی ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اے میرے بھائی جان لے!علماء کا گوشت زہریلا ہوتا ہے،اللہ کا دستور ان کی عزت اچھالنے والوں کے سلسلے میں معروف ہے۔اوراگران کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جس سے وہ پاک ہیں تو اس کا معاملہ بہت بڑا ہے۔اور جھوٹ اورالزام تراشی کرکے ان کی عزت وآبرو کوتارتار کرنے کا انجام بہت ہی خطرناک ہے۔(تبیین کذب المفتری)

٦۔علماء کی جانب غلطی کی نسبت سے احتراز:علماء انسان ہیں ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔لیکن ان پر غلطی کا الزام لگانے میں دونقصان ہیں:

(۱)جلد بازی یا علماء کے حالات سے ناواقفیت کے نتیجے میں غلطی کا الزام لگانا صحیح نہ ہو۔

(۲)عالم پر غلطی کا الزام غیر عالم لگائے جو عالم کے سلسلے میں نادانی کی بنیاد پر ہو۔

لہٰذا علماء پر غلطی کا الزام اس کے پایے کے علماء ہی لگا سکتے ہیں۔بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض علماء دوسرے عالم پر کسی مسئلہ میں غلطی سے غلط ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں۔

۷۔علماء کی غلطی کے لیے عذر کی تلاش:علماء کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔اوراگران سے کسی قسم کی غلطی ظاہر ہوتی ہے تو اس کے لیے کوئی عذر تلاش کرنا چاہیے جس کی بنا پر ان سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی زبان سے نکلے ہوئے کسی کلمہ کی بنا پر اس سے بدگمان نہ ہوجاؤ درآں حالیکہ اسے خیروبھلائی پر محمول کیا جاسکتا ہو۔(تفسیر ابن کثیر)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں تمہارے بھائی کی جانب سے کوئی بات پہنچے تو اس کے لیے عذر تلاش کرو۔اگر اسے کسی عذر پر محمول نہ کیا جاسکتا ہو تو اتنا تو کہہ ہی دو کہ ہوسکتا ہے اس کی کوئی مجبوری رہی ہو۔(الاصبھانی)

امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:جب آدمی قابل اعتماد ہو،اس کے ایمان واستقامت کے لوگ گواہ ہوں تو یہ مناسب نہیں کہ اس کے کلام کو عادت کے برخلاف پر محمول کیا جائے بلکہ مناسب ہے کہ اس کی تاویل کی جائے اوراس کے اوراس جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔(قاعدۃ الجرح والتعدیل للسبکی)

۸۔علماء کی جانب رجوع اورفتنوں کے دور میں خاص طور پر ان کی رائے کی تشہیر:فتنوں کے دور میں معاملات مشتبہ اور خلط ملط ہوجاتے ہیں اور عقل وفہم میں کجی پیدا ہوجاتی ہے۔تو ایسے میں ضروری ہے کہ لوگ علماء کی رائے لیں اوران کے قول کا اظہار کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (النساء:۸۳) ترجمہ:''جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کردیا،حالانکہ اگر یہ لوگ اس رسول(صلی اللہ علیہ وسلم)کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کردیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کرلیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔''

۹۔لوگوں کی چہ می گوئیوں کے باوجود ثابت قدمی:اس امت میں کوئی بھی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس پر کلام نہ کیا گیا ہو۔کچھ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور درست قرار دیتے ہیں تو کچھ لوگ اسی کی تحقیر کرتے ہیں اور غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔امام ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:خیر کا کوئی بھی کامل پیشوا ومقتدا نہیں مگر جاہل مسلمانوں اور بدعتی قسم کے لوگوں میں اس کی برائی کرنے والے ضرور مل جائیں گے۔اسی طرح گمراہ فرقوں میں جہمیہ اور روافض کا کتنا ہی بڑا سردار کیوں نہ ہو لیکن کچھ لوگ اس کے مددگار اور دفاع

کرنے والے مل جائیں گے۔(الذھبی فی السیر)

لوگوں کی خوشنودی ایسی انتہا ہے جسے کبھی حاصل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی شخص ایسا ہے جو طعن وتشنیع سے بچا رہا ہو۔لہٰذا ثابت قدمی ضروری ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں سے محفوظ رہ سکو، ایسا کوئی راستہ نہیں ہے۔لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ تمہاری درستگی کس میں ہے،اسی کو لازم پکڑلو۔(بیہقی)

ثابت قدمی آدمی کے تقویٰ اور اللہ سے ڈر کی دلیل ہے۔

۱۰۔علماء معصوم عن الخطاء نہیں: علماء معصوم عن الخطاء نہیں ہیں لیکن ان کی غلطیاں ان کے فضائل کے باعث کم ہیں چنانچہ اس امت میں علماء ہی سب سے بہتر ہیں۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی ساری امتوں کے علماء سوائے مسلمانوں کے بدترین تھے۔کیونکہ امت محمدیہ کے علماء بہترین ہیں۔وہ اپنی امت میں رسول کے جانشین اور جو سنتیں ختم ہوگئی تھیں ان کو زندہ کرنے والے تھے۔(رفع الملام)

لہٰذا ضروری ہے کہ ان کی معمولی کوتاہیاں، کثرت صواب کے باعث نظر انداز کی جائیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کوئی کتنا ہی بڑا عالم یا شریف اور صاحب فضل انسان کیوں نہ ہو، اس میں عیب ہوتا ہے۔لیکن جس کی فضیلت زیادہ ہو تو کوتاہی ختم ہوجاتی ہے۔(جامع ابن عبدالبر)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سنت اور اہل سنت سے محبت کرتے ہیں۔ہم عالم سے محبت اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ متبع سنت ہوتا ہے اور اس کے اندر صفات حمیدہ ہوتی ہیں۔اور ہمیں رائج تاویل کے ساتھ بدعت کی ایجاد منظور نہیں۔بلکہ اعتبار خوبیوں کی کثرت کا ہوگا۔(السیر)

۱۱۔علماء کی لغزشوں سے احتراز: علماء غلطی اور لغزش سے پاک نہیں ہیں۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار خوب توبہ کرنے والے ہیں۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدیقین، شہداء اور صالحین معصوم نہیں ہیں اور یہ ثابت شدہ گناہوں کے سلسلے میں ہے۔جہاں تک اجتہادی امور کا تعلق ہے تو ان میں وہ کبھی درست ہوتے ہیں اور کبھی غلطی پر۔جب وہ اجتہاد کریں اور ان کی بات درست ہوجائے تو ان کے لیے دوہرا ثواب ہے اور اجتہاد کرنے میں غلطی ہوجائے تو ان کے اجتہاد کے لیے اکہرا اجر ہے۔اور ان کی غلطی معاف ہے۔(ابن ماجہ، حاکم)

عالم کی لغزش کے سلسلے میں کیا موقف ہونا چاہیے؟

۱۔اس پر بھروسہ نہ کیا جائے اور اس پر عمل بھی نہ کیا جائے۔کیونکہ وہ خلاف شریعت ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عالم کی لغزش پر اعتماد کرنا کسی بھی طرح درست نہیں ہے اور نہ اس کی تقلید کرتے ہوئے اسے لینا صحیح ہے۔کیونکہ اس میں شریعت کی مخالفت ہے۔تبھی تو اسے لغزش کہا گیا ہے۔اگر اسے قابل اعتنا سمجھا گیا ہوتا تو اسے یہ مرتبہ نہ دیا جاتا اور اس غلطی کرنے والے کی جانب اس کی نسبت نہ کی جاتی۔(الموافقات)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے علماء کے شذوذ ونوادر کو لیا، وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔(الذھبی فی السیر)

۲۔فیصلے میں انحراف کا ذمہ دار وہ خود ہے: چنانچہ اس کی جانب کوتاہی کو منسوب نہ کیا جائے اور نہ اس کی بنا پر اس پر طعن وتشنیع کی جائے اور نہ ہی اس کے بقیہ اقوال وآراء اس کی بنا پر رد کی جائیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بزرگ شخص جس کی اسلام میں ایک حیثیت ہے اور اس کے اچھے آثار ہیں بسا اوقات اس سے لغزش ہوجاتی ہے تو وہ اپنی اس لغزش کے لیے معذور ہے۔بلکہ اجتہاد کے ناتجے سے اجر وثواب کا مستحق ہے۔اس سلسلے میں اس کی پیروی جائز نہیں اور نہ یہ ہی جائز ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کا جو مقام ومرتبہ ہے اسے برباد کیا جائے۔(اعلام الموقعین)

اور جب عالم کی یہ لغزش لوگوں پر اثر انداز نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کی پردہ پوشی کی جائے۔ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے رجوع کرلے۔

۱۲۔ ہم عصروں کی باہمی تنقید سے چشم پوشی اور اس کے نقل سے احتراز: بعض علماء کے بعض کے سلسلے میں اقوال نقل نہ کیے جائیں کیونکہ بسا اوقات اس سے ایک قسم کی نفسانی خواہش اور تعصب پیدا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: علماء کے علم کو سنو لیکن بعض کی بعض پر لب کشائی کی تصدیق نہ کرو۔(جامع ابن عبدالبر)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمعصروں میں بعض کا بعض پر کلام کرنا جب دلیل کی روشنی میں واضح ہوجائے کہ یہ نفسانی خواہش یا عصبیت کی پیداوار ہے تو اسے درخور اعتنا نہ سمجھا جائے بلکہ لپیٹ کر رکھ دیا جائے اور نقل نہ کیا جائے۔(سیر) آپ نے یہ بھی فرمایا: ہمعصروں کے بعض کے بعض پر کلام کی پرواہ نہ کی جائے خاص طور پر جب لگے کہ یہ کسی مذہبی دشمنی یا حسد کی بنا پر ہے۔اس صورت حال میں وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔(میزان الاعتدال)

بعض علماء کے بعض پر کلام کرنے کے متعدد اسباب ہیں:

۱۔مقامی مقابلہ آرائی یا علمی تخصص۔

۲۔سخت غصہ

۳۔مذہبی اختلاف

۴۔آپس میں لڑائی جھگڑا۔

جہاں تک بعض علماء کا بعض کی تعریف کرنے کا معاملہ ہے تو ایسا کثرت سے ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اصحاب عدل وانصاف تھے گرچہ ان میں آپس میں بعض مسائل میں اختلاف پایا جاتا تھا۔

۱۳۔مجتہد علماء پر حکم لگانے میں عدل وانصاف کا اہتمام: اس کے چند قاعدے ہیں:

۱۔مجتہد ثواب کا حقدار ہے گناہ کا نہیں۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: جب حاکم فیصلہ کرنے میں اجتہاد سے کام لے اور درستگی کو پالے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔اسی طرح جب فیصلہ کرنے میں اجتہاد کرے اور غلطی ہوجائے تو اکہرا اجر ہے۔(بخاری ومسلم)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اہل سنت کا مسلک ہے کہ مجتہد سے غلطی کا صدور ہوجائے تب بھی اس پر گناہگار نہیں ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ)

۲۔علماء کے درمیان اختلاف فطری ہے جس سے مفر نہیں:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی مسئلہ میں وہ باہم مناظرہ، آپسی مشورہ اور آپسی خیرخواہی کی غرض سے کرتے تھے اور کبھی کبھار کسی علمی یا عملی مسئلہ میں ان کے قول میں اختلاف ہوجاتا پھر بھی الفت ومحبت وعصمت اور دینی بھائی چارہ ان میں باقی رہتا تھا۔البتہ جو شخص قرآن کریم کی واضح تعلیمات اور سنت نبوی کے فیوض وبرکات اور امت کے اسلاف کی مخالفت کرے، اسے معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس سے بدعتیوں جیسا سلوک روا رکھا جائے گا۔(فتاوی ابن تیمیہ)

۳۔احکام کے سلسلے میں مجتہد علماء کے اختلاف کے مختلف اسباب ہیں جو لائق اعتبار ہیں۔انہیں عمداً یا نفسانی خواہش کے پیش نظر یا اسی جیسے کسی اور سبب کے باعث نہیں کہا جاسکتا۔

۴۔اختلاف کو جس اصل کی طرف لوٹایا جائے گا یا جس کے ذریعہ حق کی باطل سے تمیز کی جائے گی وہ کتاب وسنت اور سلف صالحین کا اجماع ہے۔اور اسی اصل پر یہ بات بھی مبنی ہے کہ کسی قطعی دلیل سے ثابت مسئلہ میں اجتہاد مقبول نہ ہوگا۔

۵۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ کا بہت مشہور قول ہے جسے امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر میں نقل کیا ہے۔(سیر اعلام النبلاء)

۱۴۔علماء پر اعتراض کی جلدبازی سے احتراز: علم کے متلاشی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اجلہ علماء کی رائے کی موجودگی میں اپنی رائے کو متہم کرے اور جب تک پورا وثوق حاصل نہ ہوجائے ان پر اعتراض کی جلدبازی نہ کرے۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ صلح حدیبیہ اور بعض صحابہ کرام کے صلح کی بعض دفعات پر اعتراض سے متعلق احادیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تابع کا متبوع پر محض ظاہری حالات کے پیش نظر اعتراض، مناسب نہیں بلکہ اسے بلا چوں وچرا بات مان لینی چاہیے کیونکہ زیادہ تر متبوع طویل تجربہ کی بنیاد پر معاملات کے انجام کار سے زیادہ واقف کار رہتا ہے۔(فتح الباری)

علماء پر اعتراض کی سنگینی اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب اعتراض کرنے والے کا اس سے مقصد ان کی کسر شان ہو یا ان کی بے عزتی ہو۔علماء پر اعتراض نہ کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممکنہ طور پر وہ اپنے مقصد میں صحیح ہوں یا ان پر اعتراض کی کوئی ٹھوس دلیل نہ ہو۔

۱۵۔علماء پر اعتماد وبھروسہ: کبھی کبھی علماء انجام کار سے ناواقف ہونے یا مصلحت کی رعایت کی بنا پر بعض کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں۔کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی حرکتوں کو فساد سے بچنے کی غرض سے نظر انداز نہیں کر دیا تھا؟ اور کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم جو نئی نئی مسلمان ہوئی تھی کے فتنے میں پڑ جانے کے خدشے نے باز نہیں رکھا تھا؟ لہٰذا علماء پر اعتماد وبھروسہ ضروری ولازمی ہے۔ہمارے پیش نظر یہ بھی رہنا چاہیے کہ وہ کسی بھلائی کے کام سے اسی لیے روکتے ہیں کہ انہیں اس بھلائی سے بڑی بھلائی کی توقع ہوتی ہے یا کسی بڑے شر میں پڑ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ ☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

تحریر: ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل الشیخ

ترجمہ وتلخیص: مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

مرد اور عورت کے مابین مساوات

کیا اسلام مرد وعورت کے مابین مساوات کا داعی ہے ؟ مرد وعورت کے مابین ہر اعتبار سے مساوات کی بات کرنا انتہائی ظلم ہے۔ کیونکہ مرد وعورت کی خلقت وتکوین میں واضح فرق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَى (آل عمران:۳۶) لڑکا لڑکی جیسا نہیں۔

اسلام مرد وعورت کے مابین ہر اعتبار سے مساوات کا قائل اور داعی نہیں ہے۔ اور یہی عین عدل وانصاف ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ ہر جنس کے اس کے اپنے لائق خصائص وامتیازات ہیں، اور اسے اسی بات کا مکلّف بنایا جائے گا جو اس کی خلقت وطبیعت کے موافق ومناسب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لاَ يُكَلِّفُ اللّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ:۲۸۶) ’’اللہ تعالیٰ کسی نفس (جان) کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے اس کے لئے ہے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مساوات کے مطالبہ ودعوی سے منع فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً (النساء:۳۲)

’’اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت وبزرگی دی، مردوں کا اس میں سے حصہ ہے جو انھوں نے کمایا، اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔‘‘

حافظ ابن رجب الحنبلی اپنی تفسیر (۱/۳۳۳) میں اللہ تعالیٰ کے قول ’’وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ‘‘ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ فضل سے مراد حسد ہے اور حسد یہ ہے کہ آدمی اپنے کسی بھائی کی نعمت، مال واولاد کی تمنا کرے کہ ہو بہو وہی چیز اسے مل جائے اور اس بھائی سے چھن کر ختم ہو کر اسے منتقل ہو جائے یا مل جائے۔

اسی طرح کسی شرعی اور تقدیری امر کی تمنا کرنا جو ممتنع ومحال ہو، جیسے خواتین یہ تمنا کریں کہ وہ مرد جیسا ہو جائیں، یا دینی فضائل وامور جو مردوں کے لئے ہیں عورتوں کے لئے بھی ہو جائیں جیسے جہاد، میراث، عقل ودیت اور شہادات وگواہی وغیرہ میں مردوں کو جو فضیلت وبرتری حاصل ہے۔ عورتوں کو وہ درجہ ومقام حاصل نہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۰۲۲) کی روایت ہے کہ خواتین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض داشت پیش کی کہ مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت کا درجہ پاتے ہیں ہم عورتیں اس فضیلت والے کام اور اس کے درجہ سے محروم رہتی ہیں، ہماری میراث بھی مردوں کے نصف (آدھا) ہے۔ اس پر آیت وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ نازل ہوئی۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت اور طاقت اپنی حکمت وارادہ سے عطا کیا ہے اور جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کام میں حصہ لیتے ہیں یہ ان کے لئے اللہ کا خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ طاعت وبندگی اور نیکی کے کاموں میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ مرد وعورت کے درمیان استعداد صلاحیت اور قوت کا جو فرق ہے۔ وہ قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔ جو محض آرزو سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ (احسن البیان ۲۱۱، النساء:۳۲)

اسلام میں مرد وزن کے مابین برابری کی وجہیں:

اسلام نے مرد وزن کے مابین مساوات کی بات چند متقاضی امور میں کی ہے اور بعض دیگر امور میں اسی قدر تفریق بھی کی ہے۔ جو دونوں کی طبیعت ومزاج کے موافق موزوں اور مناسب ہے۔ اسلام نے مرد وعورت کے مابین جن امور میں مساوات کی بات کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

اصل خلقت اور انسانی قدر وتکریم میں مساوات:

جنس انسانی کی خلقت کی اصل اسلام نے ایک قرار دی ہے۔ اور ایک ہی جان سے پوری بشریت کی تخلیق فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً (النساء:۱) ’’اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

نیز فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (الاعراف:۱۸۹) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے۔

نیز فرمایا: خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (الزمر:٦) اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے۔

نیز فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات:۱۳) ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

ابن جریر طبری رحمہ اللہ اپنی کتاب جامع البیان (٦/۳۳۹) میں اللہ تعالیٰ کے قول ''یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ '' کہ اے لوگو! تم اپنے رب کے حکم کی مخالفت سے ڈرو اور بچو، کیونکہ مخالفت کے سبب وہ تم پر ایسی عقوبت نازل فرمادے گا کہ تم سے قبل اس کی کوئی نظیر نہیں ، پھر رب تعالیٰ نے اپنے ذاتی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ ایک شخص (ذات) سے تمام انسانوں کی تخلیق میں منفرد ومتوحد ہے۔ اور اپنے بندوں کو بتایا اور آگاہ کیا کہ اس نے ایک نفس سے ان کی ابتداونشو ونما کیسے کی اور انھیں اس بات کی آگاہی دی کہ پوری بشریت ایک آدمی اور ایک ماں کی اولاد ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے اور بعض کا حق بعض پر واجب ہے۔ جس طرح ایک بھائی کا حق اپنے بھائی پر واجب ہے کیونکہ سب کا نسب نامہ ایک باپ اور ایک ماں سے جا ملتا ہے۔

اسلام نے مرد وزن کے مابین انسانی قدر و قیمت میں برابری عطا کی ہے۔ بایں طور کہ دونوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ لہٰذا اصل اور فطرت میں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح قدر و قیمت اور اہمیت میں کوئی فرق نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاللَّهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجاً (فاطر:۱۱) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر تمہیں جوڑے جوڑے مرد وعورت بنا دیا ہے۔

وضاحت: یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور پھر اس کے بعد تمہاری نسل کو قائم رکھنے کے لئے انسان کی تخلیق کو نطفہ سے وابستہ کر دیا، جو مرد کی پشت سے نکل کر عورت کے رحم میں جاتا ہے۔ (از مترجم، احسن البیان ص ۱۲۰۱)

یہاں اسلام میں دونوں جنس میں سے ہر ایک کی قدر و قیمت مرد وعورت کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ ان کے رتبہ ومقام کا دار ومدار تقوی اور عمل صالح پر ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات:۱۳) ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ دانا اور باخبر ہے۔

صحیح مسلم (۲۵٦٤) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں شکلوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

شرعی احکام کی پابندی اور اہلیت خطاب میں مساوات: اسلامی شریعت نے مرد وزن کے مابین مساوات کی بنیاد ایسی چیزوں میں مقرر کی ہے جو انسانی طبیعت ومزاج کے خلاف ومعارض نہیں ہے۔ ان میں سے شرعی احکام کی پابندی کرنا ہے۔ چنانچہ عورت سے ایک بات کا مطالبہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر ایمان اور اس کے رسولوں، اس کی کتابوں یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان ویقین کرے۔ وہ تمام شرعی احکام پر عمل درآمد کا مکلّف ہے۔ یعنی صلاۃ، زکاۃ، صوم، حج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان تمام امور کی عمل برآری میں مرد کی طرح برابر کا مکلّف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ:۷۱) ''مومن مرد مومن عورت آپس میں ایک دوسرے کے مددگار معاون اور دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکاۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً (الاحزاب:۳۵) ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی

عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئاً وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الممتحنۃ:١٢) ”اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور ایسا کوئی بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں، اور کسی نیک کام میں تیری حکم عدولی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔

یہ آیت پتہ دیتی ہے اور دلالت کرتی ہے کہ دین کے امور کا مکلّف جس طرح مرد ہیں عورتیں بھی ان امور کا مکلّف ہیں۔ صحیح بخاری (۲۷۵۳) اور صحیح مسلم (۲۰۴) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد میرے مال میں سے جو کچھ تم طلب کرنا چاہتی ہو طلب کر لو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ صحابیات (رضی اللہ عنہن) کے ذہن وقلب اور وجدان میں یہ شعور جاگزیں رہا ہے کہ عمومی طور پر جہاں کہیں شرعی خطاب میں لوگوں کو متوجہ کیا گیا ہے عورتیں بھی اس خطاب میں شامل ہیں۔ صحیح مسلم (۲۲۹۵) کی روایت ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں لوگوں سے حوض کا تذکرہ سنا کرتی تھی لیکن میں نے زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے نہیں سنا، ایک دن کی بات ہے میری خادمہ میرے سر کے بالوں کا کنگھا کر رہی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ایہا الناس“ کے جملہ سے خطاب کرتے ہوئے سنا، تو میں نے خادمہ (لونڈی) سے کہا، ذرا مجھ سے ہٹ جاؤ، تو اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو دعوت دی ہے خطاب کیا ہے۔ عورتوں کو نہیں؟ تو میں نے اس سے کہا کہ میں بھی الناس (لوگوں) میں سے ہوں۔

بلکہ انسانیت کو جو پہلا الٰہی حکم دیا گیا آدم وحواء علیہما السلام دونوں کے لئے یکساں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِينَ (البقرہ:۳۵) ”اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو، لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلاَ مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَـذِهِ الشَّجَرَةِ إِلاَّ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ فَدَلاَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ (الاعراف:۱۹-۲۲) ”اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ، اور اس درخت کے پاس مت جاؤ، ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تمہیں (تم دونوں کو) اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا۔ مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ، اور ان دونوں کے روبرو قسم کھا لی کہ یقین جانئے میں تم دونوں کا خیرخواہ ہوں، سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔

حکم الٰہی کی مخالفت پر جب اللہ تعالیٰ نے نکیر کی تو اس میں مخاطب دونوں رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَآنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ قَالَ اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (الاعراف:۲۳-۲۵) ”اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ دونوں نے کہا: اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا، اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک فرمایا: تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی

مرنا ہے اوراسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔

احکام شریعت کی پابندی اور جزاء میں مساوات:

اسلام نے مرد وزن کے درمیان مساوات وبرابری خاص وعام ذمہ داریوں اورثواب وعقاب میں کی ہے۔ ہرانسان میزان شریعت میں اپنے عمل کا جواب دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (الطّور:۲۱)''ہر آدمی اپنے اپنے اعمال کا رہین (گروی) ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے اچھے یا برے اعمال کی جزاء یا سزا پائے گا۔

اورفرمایا: لاَ تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (الانعام:۱۶۴) جوشخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اورکوئی کسی دوسرے کابوجھ نہ اٹھائے گا۔

نیزفرمایا:وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم:۳۹) ہرانسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خوداس نے کی۔

نیک عمل خواہ اسے مرد نے کیا ہو یا عورت نے ہرایک کا اجروثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اللہ تعالیٰ عطافرمائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتَ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَـئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلاَ يُظْلَمُونَ نَقِيراً (النساء:۱۲۴)''جوایمان والاہومرد یاعورت اور وہ نیک اعمال کرے یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ ماراجائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے مزیدفرمایا:فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (آل عمران:۱۹۵)''پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرلی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کوخواہ وہ مرد ہو یاعورت، میں ہرگز ضائع نہیں کرتا تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔(یعنی اجروطاعت میں تم مرداورعورت ایک ہی ہو،ایک جیسے ہی ہو)

اورفرمایا:مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (النحل:۹۷)''جوشخص نیک عمل کرے مرد ہو یاعورت لیکن باایمان ہوتو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطاکریں گے اوران کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور بالضرور دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور:۲)''زناکارعورت اورمرد میں سے ہرایک کوسوکوڑے لگاؤ،ان پراللہ کی شریعت کی حدجاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے۔اگرتمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پرایمان ہو،ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (النور:۳۰۔۳۱)

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں،اوراپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے۔لوگ جو کچھ بھی کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔اورمسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اوراپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

نیزاللہ تعالیٰ نے فرمایا:يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئاً وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الممتحنۃ:۱۲)

''اے پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زناکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مارڈالیں گی اورکوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جوخوداپنے ہاتھوں، پیروں کے سامنے گھڑلیں،اورکسی نیک کام میں تیری حکم عدولی نہ کریں گی، توآپ ان سے بیعت کرلیا کریں،اوران کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اورمعاف کرنے والا ہے۔

اورحدیث شریف میں وارد ہے کہ خواتین مردوں کے مثل ومانند ہیں۔

مساوات وبرابری عاقبت وانجام کار میں: اسلام نے ہمیں یہ آگاہی دی ہے کہ تمام انسان خواہ مرد ہوں یاعورت سب کواس اللہ کی طرف لوٹ کے جانا ہے جس نے ان کی پہلی مرتبہ تخلیق فرمائی،اور ہرایک اس دنیا میں اپنے کئے اعمال کی جزاءاپنے رب کے پاس پائے گا۔اگراعمال اچھے رہے توخیروبہتر اور اگراعمال بدرہے تواس کی سزا پائے گا۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (آل عمران:۱۹۵)

''پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کوخواہ وہ مرد ہو یاعورت، میں ہرگز ضائع نہیں کرتا۔تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔یعنی اجروطاعت میں تم ایک جیسے ہو۔

اورفرمایا:وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْداً (مریم:۹۵)''یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔

نیزفرمایا:مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ

حَیَاةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ یَعْمَلُونَ (النمل:۹۷)

’’جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے، اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور باضرور دیں گے۔‘‘

نیز فرمایا: وَأَن لَّیْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى وَأَنَّ سَعْیَهُ سَوْفَ یُرَى ثُمَّ یُجْزَاهُ الْجَزَاء الْأَوْفَى (النجم:۳۹-۴۱) ’’ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی ہے اور بلا شک وشبہ اپنی محنت اور کوشش کو وہ خود دیکھ لے گا، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔‘‘

اور فرمایا: فَمَن یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْراً یَرَهُ وَمَن یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً یَرَهُ (الزلزال:۷-۸) ’’جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔‘‘

شہری اور عدالتی حقوق میں مساوات وبرابری:

اسلام نے مرد وعورت دونوں جنس کے مابین تمام شہری حقوق میں مساوات قائم کی ہے۔ چنانچہ عورت کو ڈائرکٹ بلا واسطہ ہر طرح کے عقود ومعاملہ کا حق ہے۔ عورت کی شخصیت مرد جیسی ہے۔ اسے شادی سے قبل اور اس کے بعد تصرف کا حق حاصل ہے۔ اسے اپنے اوپر کئے گئے ظلم کا دفاع اور اپنے حق کا تقاضا ومطالبہ کا حق بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِینَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالأَقْرَبِینَ إِن یَكُنْ غَنِیّاً أَوْ فَقَیراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا (النساء:۱۳۵) ’’اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولیٰ کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے، وہ شخص امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے۔‘‘

عورت کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر اس کا ولی اس کی رضا کے بغیر اس کی شادی کردے، تو وہ قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرسکتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (۵۱۳۸) میں خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کہ ان کے والد نے ان کی شادی کردی، وہ ثیبہ (یعنی غیر باکرہ بے شوہر عورت) تھیں انھوں نے اسے ناپسند کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پہنچیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح رد فرما دیا۔

امام شافعیؒ اپنی کتاب (الام:۵/۱۹) میں لکھتے ہیں: جس کسی باکرہ بالغہ یا ثیبہ عورت کے ولی نے خاتون کی اجازت کے بغیر شادی کردی تو وہ نکاح باطل ہے۔ سوائے باکرہ خواتین اور باندیوں کے کہ ان کے آباء اور سادات (مالک) کو ان کے زواج کا حق ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنساء بنت خذام کا نکاح رد فرمایا جب ان کے والد نے شادی کردی اور وہ اس سے خوش نہیں تھیں۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ اگر تم چاہو تو اپنے باپ کی بات مان کر ان کے نکاح کو جائز وجاری رکھو۔ اگر وہ اس شادی کی اجازت دیتی تو ان کی یہ اجازت اس بات کے مانند ہوتی کہ وہ اپنے والد کے نکاح کو درست قرار دیتی ہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (۵/۱۳۸) میں لکھتے ہیں:

اس حکم کے بموجب کسی باکرہ بالغہ کے نکاح پر جبر نہیں کیا جاسکتا، اور اس کی رضا ورغبت کے بغیر شادی نہیں کی جاسکتی، یہ جمہور سلف کا قول ہے۔ اسی قول کو ہم بھی درست مانتے ہیں۔ اس کے سوا کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ یہی حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امر ونہی کے موافق ہے۔ نیز قواعد شریعت اور مصالح امت کے بھی موافق ہے۔

دینی وفکری حقوق میں مرد وزن کے مابین مساوات: اسلام نے انسان کو اعتقاد وتفکیر کے میدان میں پورا پورا حق دیا ہے۔ مرد وزن میں کوئی تفریق نہیں کی ہے بلکہ ہر ایک کو غور وفکر کی صرف ترغیب ہی نہیں، بلکہ اسے انسان پر واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أَوَلَمْ یَنظُرُواْ فِی مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّهُ مِن شَیْءٍ (اعراف:۱۸۵) ’’کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمینوں کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلِ انظُرُواْ مَاذَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ (یونس:۱۰۱) آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

نیز فرمایا: قُلْ سِیرُوا فِی الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَیْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ یُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ (العنکبوت:۲) کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء پیدائش کی، پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری پیدائش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے:

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِیرٌ لَّكُم بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیدٍ (سبا:۴۶) ’’کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک بات ہی کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے (ضد چھوڑ کر) دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہوکر سوچو تو سہی، تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بڑے سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

اسلام نے انسان کو فہم واعتقاد کا حق دیا ہے۔ اور تبدیلی اعتقاد پر جبر واکراہ سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لاَ إِكْرَاهَ فِی الدِّینِ قَد تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَیُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

الْوُثْقَى لاَ انفِصَامَ لَهَا وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ:۲۵۶)''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہوچکی ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ (یونس:۹۹)''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرسکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہوجائیں۔

اور فرمایا: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ:۲۱-۲۲)''پس آپ نصیحت کردیا کریں، کیونکہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ کچھ بھی ان پر داروغہ نہیں ہیں۔''

قرآن کریم نے ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جو مومن مرد اور مومن عورتوں کو ان کے دین کے تئیں پریشان کرتے اور فتنے میں مبتلا کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (البروج:۱۰)''بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور جلنے کا عذاب ہے۔

لہٰذا کسی بھی شخص کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی خاتون کو اپنے عقیدہ کو ترک کرنے پر مجبور کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ (الممتحنہ:۱۰)''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کا امتحان لو، دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ لیکن اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں، تو اب تم انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لئے حلال نہیں، اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔

اللہ نے مزید فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئاً وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الممتحنہ:۱۲)''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں سے گھڑ لیں، اور کسی نیک کام میں تیری حکم عدولی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: يَا نِسَاء النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيراً وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً (الاحزاب:۳۰-۳۱)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل بات ہے اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی اسے ہم اجر بھی دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔

چنانچہ جب اسلام آیا، خاتون نے اسلام قبول کیا، ہجرت بھی کی، جبکہ اس کے شوہر، والد اور تمام اقارب اپنے کفر کی حالت پر باقی رہے۔ یہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا اسلام لائی ہیں اور ہجرت کرتی ہیں، باوجود اس کے کہ ان کے والد اس وقت کفر و کافروں کے سرغنہ اور سردار تھے۔ ان کے شوہر مرتد ہوگئے، لیکن وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ یہی حال فاطمہ بنت خطابؓ کا بھی رہا ہے۔ وہ عمر الفاروقؓ کے اسلام لانے سے قبل اسلام لائیں، بلکہ عمر فاروقؓ کے اسلام لانے کا سبب بھی بنیں۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	36/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	36/-
چمن اسلام سوم	40/-
چمن اسلام چہارم	40/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	232/-

سوشل میڈیا اور اس کے الگورتھمز

محمد ہشام الدین
ایڈمنسٹریٹو آفیسر جوڈیشیل، دہلی ہائی کورٹ

الگورتھم (Algorithm) کے متبادل الفاظ ڈھونڈنے کی بہت کوشش کے باوجود اردو میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں مل سکا جو اس کے معنی اور مفہوم کو کما حقہ ادا کر سکے۔ لہٰذا مجبوراً اسی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہاں سہولت کے لئے Algorithm سے وہ اصول وضوابط اور قواعد اعداد وشمار مراد لیے جائیں جو سوشل میڈیا اپنے صارفین کے شوق وذوق، ضرورت ودلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے مواد فراہم کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہ صارفین کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے ان کا تجزیہ کرنے کے لئے اور پھر ان کی دلچسپی کے مطابق ان کے لئے مناسب مواد کی فراہمی کے لئے استعمال میں لائے جانے والے اصول وضوابط ہوتے ہیں۔

الگورتھم کے اہم کاموں میں سے مواد کی درجہ بندی ہے مثلاً کسی پوسٹ کو کہاں اور کیسے دکھایا جائے۔ اوپر نیچے یا بیچ میں یا چھوٹا کر کے یا پھر بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے۔ یہ ان کی پسند، تقسیم، تبصرہ اور پوسٹ پر صرف کئے گئے وقت کا تجزیہ بھی کرتا ہے تاکہ صارفین کی ترجیحات کو سمجھ سکے اور اسی کے مطابق انہیں چیزیں فراہم کر سکے۔ ہر پوسٹ دکھانے سے پہلے اسی الگورتھم سے دیکھا جاتا ہے اور جو مناسب لگتا ہے بس اسی کو صارفین تک پہنچایا جاتا ہے۔ صارفین کی پسند اور ان کی ترجیحات کے مطابق ہی پوسٹ ان کو دکھائے جاتے ہیں۔

الگورتھمز وقت، تاریخ اور زمانے کے بہ جائے زیادہ تر مطابقت کے حساب سے صارفین تک پوسٹ پہنچاتے ہیں۔ مثلاً تجارتی پوسٹ کے بجائے دوستوں کے پوسٹ اوپر دکھائے جاتے ہیں، جس پوسٹ پر لوگ زیادہ پسندیدگی، تقسیم، تبصرہ اور وقت لگاتے ہیں اسے فوقیت دی جاتی ہے۔ Algorithms صارفین کے تعاملات اور سرگرمیوں جیسے پسندیدگی (Likes) تبصرے (comments)، تقسیم (Share) ان کے رابطوں جیسے احباب ومعتقدین (Friends & Followers) اور مواد کی ترجیحات جیسے موضوعات اور Hashtags کا ڈاٹا بھی جمع کرتے ہیں۔ اسی ڈاٹا کی مدد سے اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کن صارفین کے فیڈز میں کیسے مواد ڈالے جائیں۔ Maximise User Engagement کے اصول پر گامزن یہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمس جاہلوں کے لئے جہالت کی چیزیں اور پڑھے لکھے لوگوں کے لئے علمی مواد کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ سوشل میڈیا کے زیادہ تر صارفین کرتے ہیں کہ ان کے وال پر کس طرح کی چیزیں دکھائی جائیں۔ زیادہ تر سوشل میڈیا پلیٹ فارم جیسے فیس بک، ٹوئیٹر (X)، انسٹا گرام، لنکڈ ان، اسنیپ چیٹ، ٹک ٹاک، ریڈٹ، قورا، ٹمبلر، ڈسکورڈ، کلب ہاؤس، ہائیو سوشل، یوٹیوب وغیرہ اکثر اسی طرح کے الگورتھم کا استعمال کرتے ہیں۔

ان الگورتھمز کا واحد مقصد اپنے صارفین کو اپنے پلیٹ فارم سے زیادہ سے زیادہ دیر تک چپکائے رکھنا ہوتا ہے۔ لوگ جتنی دیر فیس بک اور یوٹیوب دیکھیں گے اسی مقدار میں انہیں اشتہارات ملیں گے اور انہیں اسی تناسب سے منافع ہوں گے۔ مختصراً کہا جائے تو یہ سب پیسے کا کھیل ہے۔ لوگ کیا دیکھ ہے ہیں اس سے زیادہ مطلب نہیں ہوتا۔ لوگوں کا زیادہ وقت کس ریل، ویڈیو اور پوسٹ پر لگا یہ زیادہ اہم بات ہوتی ہے۔ جس ریل، ویڈیو اور پوسٹ پر لوگ زیادہ وقت لگائیں گے انہی ریل، ویڈیوں اور پوسٹ پر زیادہ سے زیادہ اشتہار ملے گا اور یہ جگ ظاہر ہے کہ اشتہار ہی پیسہ کا واحد ذریعہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی فحش، گندا، غلط اور غیر اخلاقی ویڈیو ہی زیادہ دیکھا جا رہا ہے تو لوگوں کو وہی ویڈیو دکھایا جائے گا۔ اس لئے اس پر کچھ تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ زیادہ تر واہیات چیزیں ہی وائرل ہوتی رہتی ہیں۔

سوشل میڈیا کے اس الگورتھم کے جہاں بہت سے مضر اثرات ہیں ان میں سب سے اہم نقصان یہی ہے کہ یہ لوگوں میں Echochamber کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ آدمی جو چیز دیکھنا پسند کرتا ہے وہی چیز اس کو بار بار دکھائی جاتی ہے۔ وہ اپنے مطلب کی چیزیں ہی دیکھتا رہتا ہے۔ اس کے وال پر اسی طرح کی چیزیں مہیا کی جاتی ہیں جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔ اب انسانوں کو عموماً غلط چیزیں زیادہ اچھی لگتی ہیں۔ زیادہ تر لوگ غلط چیزوں کے رسیا ہوتے ہیں اس لئے فیس بک، انسٹا گرام، یوٹیوب وغیرہ پر زیادہ سے زیادہ انہیں چپکائے رکھنے کے لئے اسی طرح کی چیزیں انہیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اپنی پسند کی چیزیں وہ دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ انہیں یہ جان کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ جو بات ان کے دل ودماغ میں تھی وہی بات ریل، ویڈیو، آڈیو اور متون کی شکل میں سوشل میڈیا پر انہیں مل رہی ہے پھر کیا ہے وہ اپنے غلط صحیح خیالات ونظریات کو حق بہ جانب سمجھتے ہوئے اور زیادہ دیکھتے ہیں اور ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی ہے۔ اس طرح وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی جہالت وبدعقیدگی، بے علمی اور کم مائیگی، بے عقلی اور کوراپن میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے دل ودماغ میں موجود تعصّبات مزید پختہ ہو جاتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے اور تجزیاتی اور تنقیدی ڈھنگ سے پرکھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ الگورتھم لوگوں کی سرگرمیوں کو ترجیح دیتا ہے۔ جس پوسٹ کو لوگ زیادہ لائک، شیئر اور کمنٹ کرتے ہیں

وہ پوسٹ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے فیڈز میں دکھائی جاتی ہے۔اور چونکہ لوگ سنسنی خیز اور غلط باتوں پر زیادہ دھیان دیتے ہیں اسی لئے اس کی طرح کی چیزیں زیادہ پھیلتی اور وائرل ہوتی رہتی ہیں۔

تشدد، سنسنی خیزی، فحش، فرقہ پرستی، نفرت اور لوگوں میں مذہبی، نسلی، لسانی، علاقائی اور دوسری بنیادوں پر منافرت پھیلانے والے ریل، ویڈیو، آڈیو، اور متن صارفین کو بہ کثرت لائک، شیئر اور کمنٹ کرنے کے لئے اکساتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو دیکھنے سننے کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت سوشل میڈیا پر گزارتے ہیں، لہٰذا اس طرح کی چیزوں کی بہتات ہے۔آپ کی وال پر اس طرح کی چیزیں دکھائی دیں تو انہیں دیکھنے کے بہ جائے انہیں آپ Hide کریں اور وقت میسر ہو تو رپورٹ کریں۔اس کے برعکس اگر آپ انہیں غلط نظر سے ہی دیکھتے ہیں، انہیں برا بھلا کہنے کے لئے ہی دیکھتے ہیں یا ان کے خلاف بولنے یا لکھنے کیلئے ہی دیکھتے ہیں تو پھر بھی آپ ان کو پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔آپ کے کسی بھی تعامل سے انہیں فروغ حاصل ہوتا ہے۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ " امیتوا الباطل بالسکوت " پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انہیں سادہ ڈھنگ سے Hide کریں اور آگے بڑھ جائیں۔

سوشل میڈیا کے نقصانات اس کے فوائد سے بہت زیادہ ہیں اور یہ چیز تقریباً سوشل میڈیا کے تمام صارفین تسلیم کرتے ہیں۔جو اس کے فوائد و نقصانات کا تجزیہ ہی کبھی نہ کیے ہوں ان کی بات علیحدہ ہے لیکن جن لوگوں نے سنجیدگی سے اس موضوع پر سوچا ہے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ کچھ اور نہ سہی لیکن تضییع اوقات میں سوشل میڈیا کے رول کا انکار ممکن نہیں ہے۔WhatsApp کو اگر کچھ فائدہ کی چیز تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی بالکل اسی قبیل کے دوسرے سینکڑوں پلیٹ فارمس جیسے:

1.Telegram 2. Facebook Messenger 3. Signal 4. WeChat 5. Viber 6. Line 7. Kik 8. Threema 9. Skype 10. imessage 11. Google Messages 12. Zalo 13. Jio Chat 14. Hike Sticker Chat 15. Wire 16. Dust. 17. Session 18. Chanty 19. Discord 21. Imo 22. Spike.

وغیرہ میں سے کسی ایک دو کا رکھنا کافی ہونا چاہیے۔لیکن حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ لوگ ایک ہی قسم کے درجنوں سوشل میڈیا پلیٹ فارمس پر پوری تندہی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔یہ سارے پلیٹ فارمس پیغام رسانی والے سوشل میڈیا کے قبیل سے ہیں اور ان میں اپنی سہولت و ضرورت کے حساب سے کسی ایک یا دو کا رکھنا بہ حالت اضطرار کافی ہونا چاہیے۔اسی طرح Facebook کے جیسے سینکڑوں پلیٹ فارمس مثلاً:

Instagram, Twitter(x), Linkedin, snapchat, Pinterest, Reddit, Tiktok, Tumbler, Quora, Koo, Moj, Mewe, Nextdoor, Diaspora, Ello, Friendica, Vero

وغیرہ میں سے کسی ایک کی ضرورت محسوس ہوتی بھی ہو تو بھی احتراز کرنا بہتر ہے۔پرہیز ممکن نہ ہوسکے تو کسی ایک پر اکتفا کرنا چاہیے۔اب رہی بات Youtube جیسے پلیٹ فارمس کی جیسے

Vimeo, Dailymotion, Twich, Veoh, Ted, Skillshare, Tubi, Bitchute, Story Fire, Metacafe

وغیرہ کی تو یہ سبھی وقت اور ضرورت کے حساب سے بعض اوقات صحیح ہوتے ہوئے بھی پچھلے پلیٹ فارمس کی طرح ہی لہو حدیث کے زمرہ میں آتے ہیں۔

سوشل میڈیا استعمال کرنے والے لوگ اگر صحیح ڈھنگ سے غور کریں تو یہ سبھی پلیٹ فارمس سوائے تضییع اوقات کے اور کچھ نہیں نظر آئیں گے۔ لیکن اگر ہم انہیں کسی مقصد اور فائدہ کی نیت سے استعمال کرتے ہیں تو پھر ہمیں ایک بار نہیں ہزار بار سوچنا چاہیے کہ کیا ان سے حاصل ہونے والے فوائد ان کے ساتھ ملنے والے مضرات ونقصانات سے کچھ کم تو نہیں۔اگر ایسا ہے اور زیادہ امکان اسی کا ہے کہ فائدہ سے زیادہ ہمارا نقصان ہی زیادہ ہو رہا ہو تو ہمیں اس کے استعمال کو کم کرنا چاہیے اور اپنے روزمرہ کے معمولات میں اس کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے کہ ہم ان چیزوں کا استعمال دھیرے دھیرے بند کردیں۔سوشل میڈیا بھی ایک طرح کی لت ہے اور دوسری بری عادتوں کی طرح یہ بھی دھیرے دھیرے ہی ختم ہوگی۔ان شاءاللہ

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلهوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مهدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

۳۵ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت احباب جماعت کے تاثرات (۴)

گرامی قدر حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب/ حفظہ اللہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ مع اہل وعیال وذمہ داران وکارکنان جمعیت بخیر وعافیت ہوں گے۔

سب سے پہلے میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ۳۵ ویں دو روزہ عظیم الشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی ہر لحاظ سے کامیابی پر اپنی طرف سے اور صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کی طرف سے آپ کو اور تمام ذمہ داران وکارکنان مرکزی جمعیت کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ہم سب آپ کے اور تمام ذمہ داران کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں کہ وقت کے نہایت سلگتے ہوئے موضوع ''احترام انسانیت اور مذاہب عالم'' پر کانفرنس منعقد کی جو آپ کی فکر رسا، بلند نگاہی، بالغ نظری، جاں پرسوزی اور جہود مخلصہ کی آئینہ دار ہے اور جس کا قومی وملی، جماعتی بلکہ عالمی تناظر میں خاطر خواہ اثر دیکھنے کو مل رہا ہے۔ یہ آپ ہی کی مبارک کوششوں کا ثمرہ ہے کہ رام لیلا میدان تین تین ائمہ حرمین کے قدوم میمنت کا گواہ بنا ہے اور اس میں ان ائمہ حرمین کے زیر امامت لاکھوں فرزندان توحید نے نمازیں ادا کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اوقات میں مرکزی جمعیت کو ائمہ حرمین کے استقبال کے زریں مواقع میسر ہوئے ہیں۔ مرکزی دفتر اہل حدیث منزل کی سہ منزلہ عالی شان عمارت کی تعمیر اور اس میں امام حرم مدنی سماحۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمٰن البعیجان حفظہ اللہ ورعاہ کا باوقار استقبال اور ان کی ضیافت سونے پر سہاگہ کے مصداق ہے۔ آپ کی فعال قیادت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے جو ہمہ جہت، متنوع اور بے مثال دعوتی، اصلاحی، تعلیمی، تربیتی، نشریاتی، علمی، تحقیقی، تعمیراتی، رفاہی، تنظیمی اور قومی وملی خدمات انجام پائے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اللہم زد فزد

مجھے اس بات کا شدید افسوس ہے کہ میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی جس کی وجہ سے کانفرنس میں شریک ہونے کے باوجود اپنے تاثرات بیان نہیں کرسکا اور اس تاریخی اور کامیاب ترین کانفرنس کا حصہ نہیں بن سکا۔ کم از کم میں آپ کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین تو پیش کرتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے زیر قیادت جمعیت وجماعت اسی طرح تعمیر وترقی کے منازل طے کرتی رہے اور قوم وملت اور انسانیت آپ کی گراں قدر شخصیت سے مستفید ہوتی رہے۔

میں اپنے تاثرات بہت پہلے ارسال کرنا چاہتا تھا لیکن دہلی سے واپس آنے کے بعد پے درپے دعوتی وتنظیمی مصروفیات رہیں جن کی وجہ سے تاخیر پر تاخیر ہوتی گئی۔ جس کا مجھے شدید احساس ہے۔ الحمدللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان اپنے پیشروؤں مولانا عبدالحئی کھنڈیلویؒ، الحاج عبدالرحمٰن خلجیؒ وغیرہم کے نقوش قدم پر دعوتی واصلاحی اور تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دے رہی ہے اور مختلف اضلاع ومقامات میں مساجد ومکاتب کے قیام کا مبارک سلسلہ جاری وساری ہے۔

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ حسب اعلان مورخہ یکم دسمبر ۲۰۲۴ء کو بمقام مدرسہ امان القرآن، سرڑوار صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کا انتخاب جدید عمل میں آیا جس میں راجستھان کے تمام اضلاع سے اراکین شوری بڑی تعداد میں شریک ہوئے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مشاہد جناب حافظ محمد عبدالقیوم صاحب نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور ان کے معاون ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی صاحب کی موجودگی میں نئے میقات کے لئے صوبائی ذمہ داران کا انتخاب عمل میں آیا اور میں ناچیز محمد اسماعیل سرواڑی متفقہ طور پر امیر اور جناب عبدالحفیظ صاحب رانڈر (مکرانہ) متفقہ طور پر ناظم اعلیٰ اور عمردین بھاٹی (لاڈنو) متفقہ طور پر خازن منتخب ہوئے۔ اسی طرح متفقہ طور پر دیگر نائبین کا بھی انتخاب عمل میں آیا، مثلاً جناب نثار احمد خلجی صاحب جودھپور اور جناب نسیم احمد صاحب بانس واڑہ نائب امراء اور جناب عبدالرحیم نقوی صاحب جے پور اور جناب عبدالرحیم مودی صاحب جودھپور نائب نظماء منتخب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بارالٰہ ہمیں جو ذمہ داری دی گئی ہے اسے خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہنے کی توفیق بخشے اور جمعیت جماعت اور ملت اور انسانیت کے کاز کو آگے بڑھانے میں ہمارا معین ومددگار ثابت ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مخلص

محمد اسماعیل سرواڑی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان

تبصرہ نگار: ڈاکٹر محمد سراج اللہ تیمی

مجموعہ مقالات

احترام انسانیت اور مذاہب عالم-ایک تاثر

مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند محض ایک جمعیت یا تنظیم نہیں ، بلکہ دینی ، اصلاحی ، تربیتی ، فلاحی ، رفاہی ، تعلیمی اور دعوتی تحریک بھی ہے۔اس کی تاسیس ۲۲/ دسمبر ۱۹۰۶ء کو مدرسہ احمدیہ، آرہ بھوجپور، بہار کے تاریخی سالانہ مذاکرہ علمیہ کی مناسبت سے ’’ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ کے نام سے عمل میں آئی تھی اور اتفاق رائے سے علامہ حافظ محمد عبد اللہ غازی پوری (وفات ۱۹۱۸ء) کو صدر ، مناظر اسلام ابو الوفاء علامہ ثناء اللہ امرتسری (وفات ۱۹۴۸ء) کو ناظم اعلیٰ اور صاحبِ عون المعبود علامہ شمس الحق ڈیانوی (۱۹۱۱ء) کو خازن بنایا گیا تھا۔تقسیم ہند کے بعد ۲۰، ۱۹، ۱۸ جنوری ۱۹۴۵ء کو مجلسِ عاملہ کا سہ روزہ اجلاس ہوا جس میں ’’ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ کا نام بدل کر ’’ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند‘‘ کر دیا گیا۔اس کی تاسیس کے کئی مقاصد تھے (الحمدللہ ! آج بھی ہیں) ، مثلاً کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنا، کفر وضلالت کی گھنگھور گھٹاؤں میں شمعِ توحید فروزاں کرنا ، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنا ، امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا، سلفیت کو فروغ دینا اور عامۃ الناس کو یہ پیغام دینا ہے کہ اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے جو احترام انسانیت کا بھی بہت بڑا پیامبر ہے، چنانچہ اس کے یوم تاسیس سے ہی اصلاحی ، تبلیغی ، دعوتی کانفرنسوں اور سمیناروں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا رہا ہے۔ساتھ ہی کتب، رسائل، جرائد، مجلّات اور مجموعہ مقالات کی طباعت واشاعت بھی کی جاتی رہی ہے۔

حسب سابق مورخہ 10-9 نومبر 2024 کو عظیم الشان دوروزہ ’’ پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوئی تھی۔ساتھ ہی ایک علمی ، اصلاحی اور مذہبی سمینار بھی منعقد ہوا تھا۔ دونوں پروگراموں میں ہندوستان ، سعودیہ عربیہ اور دوسرے ممالک کے بہت سارے بڑے بڑے علمائے کرام ، دانشوران ، محررین اور اصحابِ زبان وقلم کو مدعو کیا گیا تھا۔ مجھے بھی بحیثیت مقالہ نگار سمینار میں شرکت کے لیے یاد کیا گیا تھا اور دعوت نامہ موصول ہوا تھا لیکن عدیم الفرصتی کے سبب اس میں شرکت کرنے سے میں قاصر رہا، البتہ مفوضہ عنوان کے تحت مقالہ لکھ کر مرکزی جمعیت کے ای میل نیز برادر گرامی قدر، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی کے واٹس ایپ پر ارسال کر دیا تھا۔اس مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو جتنے بھی مقالات موصول ہوئے تھے ، انہیں زیور طباعت سے آراستہ کر کے منصۂ شہود پر لگایا گیا تھا۔سمینار میں عدم شرکت کے سبب مجموعہ بروقت مجھے دستیاب نہیں ہو سکا تھا۔ چند ماہ قبل ابنائے دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے زیر اہتمام منعقد ایک سمینار میں شرکت کی غرض سے دربھنگہ گیا تھا ، جہاں ڈاکٹر محمد شیث تیمی سے ملاقات ہوئی تھی۔جب ان سے میں نے اس مجموعہ کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حکم دیا کہ کسی کو مرکز کے دفتر میں دہلی بھیجئے گا ، میں رہوں گا تو دیدوں گا، نہیں تو کسی سے دلوادوں گا، چنانچہ ایک ماہ قبل چھوٹا بھائی محمد صبغت اللہ اور بیٹا عبد اللہ سراج نے مکتبہ ترجمان ، اہل حدیث منزل ، اُردو بازار ، جامع مسجد ، دہلی پہنچ کر میرے لیے مجموعہ مقالات کا ایک نسخہ حاصل کیا تھا، مگر اسے وہاں سے مجھ تک پہنچنے میں کافی تاخیر ہوگئی۔ بہر حال ! اس مجموعہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موجودہ امیر فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کا ایک بیش قیمتی وعلمی ’’ پیش لفظ‘‘ ہے۔اس میں انہوں نے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی ہے۔مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امتیاز واختصاص پر روشنی ڈالی ہے، اس کے دعوتی ، اصطلاحی ، تنظیمی ، تربیتی ، رفاہی ، علمی ، قومی اور ملی کازوں کو بیان کیا ہے، کانفرنسوں کی اہمیت وافادیت اور ان میں شرکت کے لیے مرکزی وزراء، گورنرس ، وزرائے اعلیٰ ، ممبرانِ پارلیمنٹ اور ملی ، سیاسی وسماجی زعماء وقائدین کو لکھے اور بھیجے جانے والے مکاتیب اور دعوت ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ان مکاتیب و دعوت ناموں میں اسلام کے خلاف کیے جانے والے پروپیگنڈوں ، معاندین اسلام کی جانب سے اسلام پر لگائے جانے والے بیجا الزامات واتہامات کا دفاع کی بات کہی ہے اور ان کے سامنے اسلام کی صاف ستھری شبیہ پیش کیے جانے کی وضاحت کی ہے۔اسی طرح ملک کے موجودہ حالات ، بلکہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک پر اظہار تاسف کیا ہے۔ بہت سی مفید ومطلوب کتابوں کی طباعت ، نایاب کتابوں کی تدوین اور پندرہ روزہ ترجمان ، (اُردو) ، ماہنامہ اصلاح سماج (ہندی) اور ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ (انگریزی) کی پابندی سے اشاعت میں پیش آنے والے مسائل کو بھی حیطہ تحریر میں لایا ہے۔ کانفرنسوں کی مناسبت سے مقالات کی اشاعت اور مشکل حالات سے دوچار ہونے کی بھی بات تسلیم کی ہے۔ سمینار کے شرکاء اور مقالہ نگاران کا شکریہ ادا کیا ہے۔ساتھ ہی مجموعہ مقالات کے تنوع کے پیش نظر اس کو عوام وخواص نیز طلبہ مدارس ، یہاں تک کہ عصری جامعات کے لیے

مفید ثابت ہونے اور احترام انسانیت کے مفہوم اور تقاضے کو سمجھنے میں معاون ومد ہونے کی توقع کا اظہار کیا ہے۔ علاوہ ازیں ''احترام انسانیت کانفرنس'' کے لیے اجتماعی کوششوں کی قبولیت اور اسے توشہ آخرت بننے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست دعادراز کیا ہے۔

اس مجموعہ مقالات میں ملک اور بیرون مُلک کے ایک سو سے زیادہ معروف علمائے کرام، ارباب علم وفن نیز اصحابِ زبان وقلم اور مقتدر وعلمی شخصیات کے 124 نہایت جامع اور وقیع مقالات ہیں، مثلاً ''قرآن اور سائنس''، ''مذاہبِ عالم ایک تعارف''، ''انسانی زندگی میں مذہب کی اہمیت''، ''احترام انسانیت کا مفہوم اور تقاضے''، ''انسانی اقدار کی مذہبی اہمیت'' اور، ''مذاہبِ عالم میں مشترکہ اقدار کی تلاش'' وغیرہ۔ میرا بھی ایک مقالہ بعنوان ''رشوت کے خاتمے میں اسلام کا کردار'' کو اہمیت کے ساتھ جگہ دی گئی ہے۔ مجموعہ کا سرورق نہایت خوبصورت، پرکشش اور دیدہ زیب ہے جو آٹھ سو بانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سبھی مقالات شرعی نصوص، کتاب وسنت کے دلائل و براہین اور علمائے سلف کے اقوال وآراء سے مزین ہیں۔ بعض میں مذاہبِ عالم کے نظریات اور ان کی کتابوں سے حوالے جات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے۔ اس کے بے شمار فضائل وکمالات اور امتیازات وخصوصیات ہیں۔ اسلام کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں احترام انسانیت پر کافی زور دیا گیا ہے۔ انسان خواہ اسلام کا پیروکار ہو یا دوسرے مذہب کا ماننے والا، اس کی نگاہ میں ہر شخص تعظیم وتکریم اور توقیر کا بنیادی حق رکھتا ہے۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اخلاق سے پیش آنے اور اچھے معاملات کرنے کی تاکید کی ہے۔ میرا ماننا ہے کہ مثبت افکار ونظریات کا حامل ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ صالح، پاکیزہ و پرامن معاشرے کی تشکیل، خوشگوار ماحول سازی اور امن وسکون کے قیام کے لیے احترام انسانیت اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کے اس آفاقی اور عالم گیر پیغام کو عام کرنے اور ہر مسلمان، بلکہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے ہر شخص تک پہنچانا ہم سبھی کی اخلاقی، اصلاحی، تبلیغی، دعوتی اور مذہبی ذمہ داری ہے، چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیرِ اہتمام دوروزہ احرام انسانیت کانفرنس اور سمینار کا انعقاد نیز اس مناسبت سے اصحابِ زبان وقلم کے وقیع وبیش قیمتی مقالات کی کتابی قالب میں اشاعت اسی اصلاحی اور دعوتی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بات بہت مضبوطی کے ساتھ مترشح ہوتی ہے۔

پوری دنیا میں تقریباً بیالیس سو مذاہب پائے جاتے ہیں، جن میں اسلام ہی برحق اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ خود اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں ''ان الدین عنداللہ الاسلام'' فرما کر اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ دوسرا مذہب پسند کرتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں ہے، بلکہ اللہ عزوجل اس کو قبول ہی نہیں کرے گا اور ایسا شخص قیامت کے دن خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم اس پر مہر ثبت کرتا ہے: وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ یقیناً یہ بہت بڑا المیہ اور ٹریجڈی ہے کہ دنیا کے لوگوں نے منمانے طریقے سے اپنا اپنا مذہب اور مسلک بنالیا ہے اور اپنے اپنے من مطابق پیشوا ورہنما مقرر کرلیا ہے، جن کی باتوں کے سامنے وہ سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اگر دنیا کے انسان اسلام، اس کے احکامات، فرمودات، خصائص وکمالات اور تعلیمات کو پڑھنے اور سمجھنے کی سعی کرے تو میرا کامل یقین ہے کہ وہ تمام باطل ادیان وملل اور مذاہب سے توبہ کرکے اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ ایسا میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اسلام میں جو خوبیاں ہیں وہ دنیا کے کسی بھی مذہب میں نہیں۔ احترام انسانیت کا درس بھی سب سے زیادہ اسی مذہب میں ملتا ہے۔ دوسرے مذاہب میں بھی احترام انسانیت پر زور ضرور دیا گیا ہے، مگر اسلام نے ان تمام مذہب سے زیادہ ضرور دیا ہے۔ اس مجموعہ کے مطالعہ کا میرا استفاد بھی یہی ہے۔

اعتراف کیا جانا چاہیے کہ نہایت قلیل مدت میں مقالات کو زیور طباعت سے آراستہ کرکے منظر عام پر لانا قابلِ صد ستائش، اہم وتاریخی کارنامہ ہے۔ ساتھ ہی دعوتی مشن کو آگے بڑھانے کی پرتاثیر اور دوررس حکمتِ عملی کا حصہ بھی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ایسا کرکے مرکز کے ذمّہ داران نے سابقہ روایات کو برقرار رکھا ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے پہلے بھی ''اسلام اور امن عالم''، "عظمت صحابہ اور اسلامی اعتدال" کے موضوعات پر نیز پاکوڑ کانفرنس کی مناسبت سے لکھے گیے مقالات کو بھی شائع کیا تھا۔ یہ بھی تسلیم کیا جانا چاہیے کہ جس طرح قبل کے تمام مجموعۂ مقالات کی حیثیت دستاویز کی تھی، ویسے ہی حالیہ ''احترام انسانیت اور مذاہبِ عالم'' کے زیرِ عنوان شائع مجموعہ کی بھی حیثیت مصدر، مرجع اور دستاویز کی ہے۔ یہ عامۃ الناس کے لیے بالعموم اور خطیبوں، مقرروں، داعیوں، مبلغوں، معلموں اور طالب علموں کے لئے بالخصوص بہت ہی مفید اور نافع ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی، مدنی اور ناظم عمومی فضیلۃ محمد الشیخ ہارون سنابلی کے ساتھ ساتھ تمام ذمہ داران، معاونین، منسوبین اور عاملین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں ان سبھی کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں!!!

☆☆

ہندوستان اپنے جامع دستور کی وجہ سے دنیا کا عظیم جمہوریہ بن چکا ہے جس کی حفاظت سب کی ذمہ داری ہے:

اصغرعلی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲۷/جنوری ۲۰۲۵ء

آج وطن عزیز ہندوستان اپنے جامع دستور کی وجہ سے دنیا کا عظیم جمہوریہ بن چکا ہے۔جس کی حفاظت سب کی ذمہ دارہی ہے۔اس کے اندر بلاامتیاز زبان، کلچراورنسل تمام دیش واسیوں کے حقوق کوتحفظ حاصل ہے۔یہ دستور بنیادی طور پرسب کو یکساں طور پر پرامن زندگی گزارنے، آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ دستور ملک وملت کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے متعدد ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے۔جن کوادا کرنے کے سارے دیش واسی پابند عہد ہیں۔ان خیالات کا اظہار مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کیا۔موصوف کل صبح یوم جمہوریہ کی مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلی تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، اہلحدیث کمپلیکس ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں منعقد تقریب میں ترنگا پرچم کشائی کے بعد حاضرین سے خطاب کررہے تھے۔

امیرمحترم نے کہا کہ آئین کی حکمرانی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ہندوستانی جس منصب، مقام اورعہدہ پرہوں اورجس حیثیت سے بھی ہوں آئین کواپنے اوپر، اپنے اہل خانہ کے اوپراوراپنے گردوپیش اورحلقہ اثر کے اوپر پوری ایمانداری کے ساتھ نافذ کریں۔قانون کا پالن کرنے کے اصل ذمہ دارہم سب ہیں۔ہم حکومت سے لے کرعوام تک ایک دوسرے پرالزام دھر کراپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآنہیں ہوسکتے۔جس طرح دستوری کی حفاظت سب کی ذمہ داری ہے اسی طرح عملاً اس کو برتنا بھی ضروری ہے۔یہی یوم جمہوریہ کا پیغام ہے۔

امیرمحترم نے مزید کہا کہ مدارس وجامعات اوراسکول اوردیگرتعلیمی وثقافتی اداروں میں تقریبات یوم جمہوریہ کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ کل چونکہ قوم کے ان نونہالوں پر ہی ملک وملت کی ذمہ داری آنے والی ہے، اس لیے وہ اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے ملک کے آئین ودستور کوجانیں، سمجھیں، پڑھیں اوران کے دلوں میں آئین کے تئیں محبت پیدا ہوتا کہ وہ اسے عملا برت کر ذمہ دارشہری بن سکیں۔

امیرمحترم نے اس موقع پرتمام دیش واسیوں کو یوم جمہوریہ کی دلی مبارک باد پیش کی اور قانون کوعملی زندگی میں ایمانداری کے ساتھ نافذ کرنے پرزوردیا اورکہا کہ جب تک لوگ شرب الیہود کرتے رہیں گےاورمختلف حیلوں اورحوالوں سے قانون کو بازیچہ اطفال بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے، کوئی بھی ایوان بالا، مقنّنہ اورعدلیہ بےراہ روی، حق تلفی، ظلم کرپشن پرقابونہیں پاسکتی ہے۔

اس موقع پر ماہنامہ اصلاح سماج ہندی کے ایڈیٹر حافظ محمد طاہر سلفی صاحب اور دہلی ہائی کورٹ کے ایڈمنسٹریٹو آفیسر جوڈیشیل محمد ہشام الدین نے بھی خطاب کیا۔قومی وملی زندگی میں یوم جمہوریہ کی اہمیت وضرورت اورمعنویت پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی میڈیا کوآرڈینٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ پرچم کشائی کے بعد طلبہ المعہد العالی نے دیش گان اورقومی ترانہ بھی پیش کیا۔

اس تقریب میں المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے ساتذہ وطلبہ اور ذمہ داران وملازمین کے علاوہ مفتی جمیل احمد مدنی صاحب، انجینئر قمر الزماں صاحب، ڈاکٹر عبدالواسع تیمی صاحب، ایاز تقی صاحب، شمس الدین صاحب، انورعبدالقیوم صاحب ودیگراہم شخصیات موجود تھیں۔ واضح رہے کہ المعہد العالی میں ہرسال اہتمام کے ساتھ تقریب یوم جمہوریہ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

☆☆

جماعتی خبریں

دھلی کی تاریخی دینی درسگاہ جامعہ سید نذیر حسین محدث دھلوی کے ناظم اعلی حافظ مقبول الٰھی صاحب کا انتقال پُرملال: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ دہلی کی تاریخی دینی درسگاہ جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ناظم اعلی حافظ مقبول الٰہی صاحب کا ۱۶ جنوری ۲۰۲۵ء کی شب بوقت بارہ مختصر علالت کے بعد بعمر تقریبا 92/سال دہلی میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ مقبول الٰہی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نیک طبع، علم دوست اور علماء کے قدرداں تھے۔ ایک طویل مدت تک جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ناظم اعلی رہے۔ پسماندگان میں تین صاحب زادے فضل الٰہی، محمد طارق، محمد سفیان اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ اسی روز نماز جنازہ کی پہلی جماعت بعد نمازِ جمعہ بوقت 1:30 بجے دن مسجد مسجد محتسب، پھاٹک حبش خان، تلک بازار، دہلی میں اور دوسری جماعت 2:30 بجے سہ پہر قبرستان پنجابیان شیدی پورہ دہلی میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے اور جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین۔ (شریک غم و دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

خطیب الاسلام علامہ عبد الرؤوف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحب زادے جناب عبد الرشید صاحب کا انتقال پُرملال: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ نیپال کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر کے بانی ومحسن الحاج نعمت اللہ مرحوم کے عظیم خانوادہ اور مشہور خاندان کدر بٹوا، نیپال کے سب سے معمر چشم وچراغ اور بزرگ شخصیت، خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤوف جھنڈانگری رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحب زادے، کلیہ عائشہ صدیقہ جھنڈانگر، نیپال کے ناظم اعلی اور جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر، نیپال موقر عالم دین مولانا شمیم احمد ندوی صاحب کے سب سے بڑے عم زاد جناب عبدالرشید صاحب کا آج بتاریخ 18/جنوری 2025ء بعد نمازِ مغرب طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا95/سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب عبدالرشید صاحب جس عظیم خانوادے کے چشم وچراغ تھے اس کا ماضی بڑا تابناک تھا، حال روشن ہے اور مستقبل خوش آیند اور نصف النہار پر رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ نیپال اور ہند میں اس خانوادہ کے جوانمٹ نقوش ہیں وہ اس کے جاہ و منصب، سیادت وقیادت اور روشن کارناموں کی وجہ سے بھی ہیں اور دینی و دنیوی خدمات، علمی وتعلیمی سرگرمیوں اور حصولیابیوں، بذل و انفاق، شرافت ونجابت اور سخاوت وفیاضی کی وجہ سے بھی ہیں، بلکہ عالمی سطح پر بھی اس خانوادے کو عزت ومقام حاصل رہا ہے۔ خصوصا محترم بھائی عبدالرشید مرحوم کے ابا جان خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کو جو مقام ومنصب ملا وہ برصغیر ہی نہیں، کئی براعظموں کے بڑے بڑے اداروں کے ذمہ داروں، علمی شہسواروں اور شخصیتوں کو بھی باوجود کوشش بسیار نہ مل سکا۔ مولانا رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے ممبر تاسیسی تھے، جس سے نیپال کا نام روشن تھا اور دنیا کی نظروں میں نیپال جو دیگر حوالوں سے پتہ نہیں کس نمبر پر تھا؟ اس نے اس معاملے میں اوائل عشرینات یا عشرین میں مقام حاصل کرلیا تھا۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ علی الاطلاق خطیب الاسلام مانے جاتے تھے اور اپنی خاندانی وجاہت، علمی رسوخ،، تعلیمی سرگرمیوں، تصنیفی دلچسپیوں اور تحریری کاوشوں کی وجہ سے ہند وبیرون ہند میں میر مجلس بننے کا بڑا استحقاق رکھتے تھے۔ مولانا کا طرہ امتیاز یہ بھی تھا کہ بایں ہمہ منصب وجاہ، شہرت وامتیاز اور تفوق ان کی سادگی، تواضع اور منکسر المزاجی ایسی تھی کہ برسہا برس تک ساتھ رہنے والا بھی احساس بھی نہ کرسکا کہ اس شخصیت کا کوئی اتنا بڑا خاندانی وتعلیمی پس منظر اور ورثہ بھی ہے اور وہ خود بیک وقت داخلی وخارجی خصائل وفضائل اور مناصب ومراتب کے مالک و حامل بھی ہیں۔

لیکن ان سب میں جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ نیپال کا جامع ازہر اور اولین واکبر درس گاہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ کے خود ان کے دادا بانی ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے اس کے لیے کئی گاؤں کی جاگیر وجائیداد وقف کردی تھی۔ ایسی مثالیں دنیا میں کم ملتی ہیں۔ اس کا پس منظر، پیش منظر، خلفیات اور ماحول ومطلوب کیا تھا اس کا ذکر تاریخ کے پنوں میں کچھ ہی محفوظ ہے، ورنہ حالات وظروف کی روشنی میں بین السطور وحاشیہ میں اسے جاننے کی ضرورت ہے۔

جناب عبدالرشید صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نیک طبع، علم دوست اور علماء کے قدرداں، مہمان نواز اور نہایت خلیق وملنسار تھے۔ انھوں نے خطیب الاسلام علامہ جھنڈانگری کی زندگی سے ہی کلیہ عائشہ صدیقہ جھنڈانگر کی نظامت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور تقریباً تیس سال اس کی بے لوث خدمت کی اور اسے کافی ترقی دی اور اس کے تعلیمی وتربیتی معیار کو حتی الامکان بلند کیا۔

آپ کافی عرصہ سے علیل اور صاحب فراش تھے، کئی عوارض کے شکار تھے جن میں فالج نے ان کی سماعت اور قوت گویائی پر بہت برا اثر ڈالا تھا، دو ماہ قبل جب بیماری شدت اختیار کرگئی تھی تو انھیں لکھنؤ کے میکس ہاسپٹل (سابق سہارا) میں ایڈمٹ کیا گیا تھا صحت میں کوئی سدھار نہ ہونے پر ڈاکٹروں کے مشورہ سے گھر لیجایا گیا، وہاں بھی حالت میں کوئی بہتری نہیں ہوئی اور وہ اس دنیائے فانی کو خیرباد کہہ کر اپنے خالق حقیقی

سے جاملے۔پسماندگان میں بیوہ، پانچ صاحبزادے ڈاکٹر منظور احمد علیگ، منصور احمد، مولانا مسرور احمد نذیری، محمد ارشد، محمد افضل، دو صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز 19/جنوری 2025ء بعد نماز عصر جھنڈانگر میں ادا کی گئی اور جھنڈانگر کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین خصوصا ان کے صاحب زادگان اور عم زاد مولانا شمیم احمد ندوی صاحب کو صبر وسلوان عطا فرمائے اور کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

معتبر دینی تحقیقی وتصنیفی ادارہ دارالدعوہ دھلی کے خازن معروف شاعر وادیب، مصنف اور عالم دین ڈاکٹر تابش مھدی صاحب کا انتقال پُرملال: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ دہلی کے معتبر دینی تحقیقی وتصنیفی ادارہ دارالدعوہ کے خازن معروف شاعر وادیب، مصنف اور عالم دین ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کا آج بتاریخ 22/جنوری 2025ء بوقت دس بجے صبح طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 74/سال دہلی کے میکس ہوسپٹل میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ نیک طبع، خلیق وملنسار، علم دوست، طلبہ نواز اور علماء کے قدر داں تھے۔ایک طویل مدت تک دارالدعوہ دہلی کے خازن اور ایم ایم آئی پبلشرز کے شعبہ ادارت کے سربراہ رہے۔آپ نے متعدد دینی وادبی کتابیں لکھیں اور ترتیب دیں۔آپ کے کئی شعری مجموعے بھی منظر عام پر آئے۔نئی نسل کی بڑی تعداد نے آپ سے شعری اصلاح لی۔کئی سال سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔آپ کے پسماندگان میں دو صاحب زادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔نماز جنازہ اسی دن شام 5/بجے شاہین باغ قبرستان میں ادا کی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مولانا خورشید احمد محمدی صاحب نائب ناظم صوبائی جمعیت اھل حدیث ھریانہ کو صدمہ: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے نائب ناظم مولانا خورشید احمد محمدی صاحب کے خسر محترم جناب عبدالرحیم عرف پچی صاحب کا بتاریخ 26/جنوری 2025ء بوقت 9:30 بجے صبح طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 74/سال آبائی وطن جھانڈا، میوات ہریانہ میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عبدالرحیم صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ نیک طبع، خلیق وملنسار، ہردلعزیز اور پابند صوم وصلاۃ تھے۔آپ کے پسماندگان میں بیوہ، چار صاحب زادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆

تاریخ ردقادیانیت اورخدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 26 جلدیں)

تاریخ اھل حدیث (1 تا 10 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال و اولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292